امام عصرؑ اور عصری تقاضے

مصنف

آیۃ اللہ علامہ عبداللہ غریفی دام ظلہ

موسسة المؤمل الثقافية۔ غازی پور، یو پی۔ الهند

قابل احترام
بھائی عزیز زیدی صاحب
کے لیے تحفہ
منجانب: بابر لغوی

بسمہ تعالیٰ وبذکر ولیہ الأعظم (عج)

امام عصرؑ اور عصری تقاضے

مصنف:

آیۃاللہ علامہ عبداللہ غریفی دام ظلہ

مترجم:

مولانا سید علی باقر عابدی

AI-MUAMMAL CULTURAL FOUNDATION
Nooruddin Pura Near, New Sabzi Mandi
Ghazipur City (U.P.) 233001
www.almuammal.org
E-mail : al_muammal@india.com
Ph : 0548- 2220402

نام کتاب: امام عصرعج اور عصری تقاضے

مصنف: آیۃ اللہ علامہ عبداللہ غریفی مدظلہ الشریف

مترجم: مولانا سید علی باقر عابدی

ناشر: موسسة المؤ ل الثقافیه، الهند

تصحیح: مولانا عارف حسین املوی

کمپوزنگ: ابوزر جس

مطبوعہ: نظامی پریس لکھنؤ

سنہ اشاعت: جنوری ۲۰۰۶ء

تعداد: ایک ہزار

ہدیہ: -/45 روپے

ملنے کا پتہ

المؤمل کلچرل فائونڈیشن

محلہ نورالدین پورہ، نزدنئی سبزی منڈی، شہر غازی پور (یو. پی.) ۲۳۳۰۰۱

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

عرض ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

مؤسسة المؤمّل الثّقافية (مؤمّل کلچرل فاؤنڈیشن)

جس کے قیام کو ایک سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے، ابتدائے قیام سے ہی مختلف دینی ثقافتی سرگرمیاں انجام دے رہا ہے جن میں تبلیغی تدریسی، تعلیمی اور ترجمہ جیسی فعّالیتیں قابل ذکر ہیں، اس سے پہلے ماہ رمضان وماہ مُحرم کی مناسبت سے کئی کتابچے اس مؤسّسہ کی جانب سے منظرِ عام پہ آچکے ہیں لیکن باقاعدہ طور سے یہ پہلی کتاب امام عصر ارواحنا له الفداء سے متعلق نشر کرنے کی اسے سعادت حاصل ہو رہی ہے، اگر توفیق الٰہی اور تعاونِ مومنین شامل حال رہا تو آئندہ بھی اس طرح کی کوشش وکاوش کا سلسلہ جاری وساری رہے گا، موسّسہ، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی آقای السید علی سیستانی مدظلہ العالی کے وکیل محترم جناب مستطاب حجۃ الاسلام والمسلمین آقای السید محمد العوامی دام ظلہ کا شکر گذار ہے، نیز حجۃ الاسلام شیخ تنویر الحسن صاحب زینبی امام جمعہ وجماعت شہر غازی پور کا بھی شکر گذار ہے جنکا تعاون ہمیشہ مؤسّسہ کو حاصل رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کا اردو ترجمہ برادر عزیز حجۃ الاسلام سید علی باقر عابدی

صاحب زید فضلہ نے بہترین انداز میں پیش کر کے مؤسّسہ کے حوالے کیا جسکے لئے مؤسّسہ ،موصوف کا ممنونِ کرم ہے، اللہ انکی سعی کو مشکور اور انکے اجر کو موفور کرے۔

مؤسّسہ حجۃ الاسلام عارف املوی صاحب کا بھی شکر گذار ہے جنہوں نے ترجمہ کی تصحیح و نظرِ ثانی کا کام انجام دیا۔

آخر میں ہم اپنی یہ پہلی کاوش جو امام عصر، ناموس دھر حجۃ ابن الحسن العسکریؑ سے متعلق ہے انھیں حضرتؑ کے نام معنون و منسوب کرتے ہیں اور اللہ سے آنحضرتؑ کی توجہات وعنایات مؤسّسہ و خدمت گزارانِ مؤسّسہ کے شامل حال رہنے کی التجا کرتے ہیں۔

والسلام

مؤسّسة المؤمّل الثقافية

١٨ر ذی الحجہ ١٤٢٦ھ مطابق ١٩ر جنوری ٢٠٠٦ء

عرضِ مترجم

الحمدللہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ نبینا محمد و آله الطاهرین. شکر اس خدائے وحدہ لاشریک کا جس نے ہمیں ایسے خدا پرست افراد کے درمیان پیدا کیا جنکے سینے محمد وآل محمد علیہم السلام کی محبت سے لبریز ہیں جو کہ ہماری دنیا و آخرت میں سعادت کی ضامن ہے اور تعلیمات محمدؐ وآل محمدؑ پر عمل ہماری سربلندی کا باعث ہے، پیغمبر اکرمؐ کے ارشاد کے مطابق کہ: مَن مَاتَ وَلَم یَعرِف اِمام زَمانِہ فَقدمَات مِیتَةَ الجاھِلیّة (جو شخص اپنے امامِ زمانہ کی معرفت کے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے) موجودہ زمانے کے جدید مذہبی وعقیدتی چیلنجوں کا مقابلہ صرف اور صرف امام زمانہ مھدیَ آل محمدؐ سے صحیح معرفت کے ساتھ ارتباط ووابستگی رکھنے نیز آنحضرتؑ کے واقعی مفہومِ انتظار کو جامۂ عمل پہنانے کے ذریعہ ممکن ہے، چنانچہ ہمیں معرفت ہونا چاہیئے کہ عصرِ حاضر میں جبکہ انسان دشمن اور مذہب مخالف طاقتیں عروج پر ہیں اور باطل افکار اسلامی معاشرے کی فضا کو زہر آلود کر رہی ہیں، ہمیں کس طرح زندگی گذارنا چاہیے اور ایسے حالات وماحول میں ہماری دینی ذمہ داری کیا ہے اور ہمیں اپنے امامِ زمانہؑ کا کس عنوان

سے انتظار کرنا چاہیے، گوکہ انتظار وفلسفۂ انتظار نیز اس پر مرتب ہونے والے اثرات ونتائج وغیرہ جیسے موضوعات پر کافی کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن زیرِ نظر کتاب میں آیۃ اللہ علامہ عبداللہ غریفی دام ظلہ العالی نے ایک نئے انداز میں مفہومِ انتظار اور اس متعلق دیگر موضوعات پہ عصری تقاضوں کو مدّ نظر رکھتے ہوئے مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی ہے، حقیر نے علاّمہ موصوف کے گراں قدر اور مفید بیانات کو اربابِ ایمان کی خدمت میں حاضر کرنے کی غرض سے اسکا اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے تاکہ ہم حقیقی معنوں میں انتظارِ ظہور جیسی عظیم عبادت سے فیضیاب ہوکر اپنی ذمہ داریوں کو عصر غیبت میں بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔

میں المؤمل کلچرل فاؤنڈیشن کا شکر گذار ہوں جس نے کتاب ھٰذا کو تصحیح ونظرِ ثانی کے بعد زیورِ طباعت سے آراستہ کیا۔

نیز مؤمنین کرام کی جانب سے اپنی کاوش میں لغزش پہ مفید مشوروں کا متمنی ہوں، خداوندِ کریم ہمیں اپنے امام زمانہ ؑ کی صحیح معرفت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آنحضرتؑ کے ناصروں میں ہمارا شمار کرے۔

آمین

خادم العلم والعلماء

السید علی باقر عابدی

بسمہ تعالیٰ وبذکر ولیہ الأعظم (عج)

پیش لفظ

امام منتظر علیہ السلام کا عقیدہ قدیم وجدید دونوں ہی دور میں مؤلفین ومصنفین حضرات کے نزدیک بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے۔صاحبان قلم نے گوناگوں طریقوں سے اس اہم ترین موضوع پر اپنی اپنی کاوشوں کو پیش کیا اور اس آسمانی مسئلہ کی معرفت کے بہت سے خزانوں کی نشاندہی بھی کرائی لیکن ابھی تک اس قدر اہمیت کا حامل مسئلہ کتابوں اور اقوال کی حد تک محدود رہا اس میں کما حقہ غور وفکر نہیں کی گئی اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اندازاہ ہوگا کہ ہر زمانے میں اس کی معرفت کے انداز بدلتے رہتے ہیں اور اس کے مقاصد کا سیلاب رکتا نہیں ہے بلکہ روز بروز اسکی ضرورت بڑھتی ہی جاتی ہے حالات وماحول کو دیکھتے ہوئے مُحققین حضرات کی نظر میں اس مسئلہ کی اتنی زیادہ اہمیت ہونی چاہیئے کہ وہ فکری اور عقیدتی اعتبار سے لوگوں کے قلب ودماغ تک اس کے واقعی حقائق ومعارف پہونچائیں۔

امام مہدیؑ کا عقیدہ اسلامی مسائل میں بہت ہی اہم مسئلہ ہے جس

کے عقیدہ کے ساتھ ساتھ سیاسی اور اجتماعی پہلو بھی ہیں اور اس مسئلہ میں ایمانی شعائیں پائی جاتیں ہیں نیز اس میں ذمہ داری اور جہادی پہلو پر بھی بھرپور روشنی پڑتی ہے، اس مسئلہ میں وسعت قلبی کے ساتھ غور کرنا اور اس کے نور سے منور ہونا انسان کو بہت بلندی پر لیجا کر ایک ایسے ہرے بھرے وسیع میدان کا نظارہ گر بنا تا ہے جہاں فرشتوں کے سے دل ربانی روحیں لئے ہوئے انسانی جسموں میں جمع ہوں گے اور جہاں عجیب وغریب نشاط سے بھرپور فضا ہوگی وہاں ظلم وبربریت کے نشان نہیں ہونگے بلکہ اسکی جگہ عدل وانصاف کی حکمرانی ہوگی خوف وہراس وادی عدم کی گہری کھائی میں ہوگا امن وامان کا سایہ ہر طرف اسطرح پھیلا ہوگا کہ زمین والے خدا کی نعمتوں سے اطمینان وسکون کے ساتھ بہرہ مند ہوں گے اور وہ امراض جو معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں جیسے بغض وحسد وکینہ وغیرہ انکا یکسر خاتمہ ہوگا اور انکی جگہ محبت و دوستی اور بھائی چارگی عام ہوگی جہاں ایک نعمت کے بعد دوسری نعمت سے بہرہ مند ہونے کا سلسلہ جاری وساری رہے گا امام زمانہؑ کی حکومت کی کیفیت کچھ اور ہی ہوگی طبرانی نے اپنی معجم کے آٹھویں باب میں اور نعیم بن حماد نے اپنی کتاب الفین میں ابوسعید خدری سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اسلامؐ نے ارشاد فرمایا ! امام مہدیؑ کے زمانے میں میری امت پر اس طرح نعمتیں نازل ہوں گی کہ اس سے قبل انھیں ایسی نعمتوں سے نہیں نوازا گیا ہوگا۔ آسمان اپنی نعمتیں نازل کرے گا اور زمین کسی

ہمارا ایمان وعقیدہ یہ ہو کہ امام زمانہؑ زندہ امام ہیں اور ہماری نظروں سے غائب ہیں، ہمارا ایمان وعقیدہ یہ ہو کہ وہی موجودہ ہمارے رہبر اور تمام امور میں وہی ہمارے قائد وپیشوا ہیں نیز ہمارا ایمان وعقیدہ یہ ہو کہ وہی پوری دنیا کے مصلح ہیں اور سارا عالم بشریت انھیں کا انتظار کر رہی ہے تا کہ انھیں کے بدست تمام برائیوں کا خاتمہ ہو، روئے زمین سے انسانی فساد وانحراف کا زوال ہو، سارے عالم میں عدل وانصاف کا قیام ہو اور دنیا کے چپہ چپہ میں خدا کا حکم نافذ ہو۔ یہ رنگ ایمان واعتقاد ہمارے اندر اس طرح راسخ ہو جانا چاہیے کہ ہمارے قلب ودماغ اور فکر وشعور میں رچ بس جائے اور اسی بات کی رسول اکرم اور ائمہ طاہرین علیھم السلام کی بے شمار احادیث وروایات میں تاکید کی گئی ہے۔

ہم یہاں پہ ان احادیث میں سے بعض کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں :

۱. صادق آل محمد امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ : مَنْ اَنْکَرَ الْقَائِمَ مِنْ وُلْدِیْ فِیْ زَمَانِ غَیبَتِهِ فَمَاتَ فَقَدْمَاتَ مِیتَةً جَاهِلِیَّةً. (کتاب کا نام کمال الدین، باب ۳۹، حدیث ۱۲)

جس نے زمانۂ غیبت میں میرے بیٹے قائم کا انکار کیا پھر مر گیا تو وہ جاہلیّت کی موت مرا۔

۲. سعید ابن جبیر کی ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اسلام نے فرمایا:

اِنَّ عَلِیّاً اِمَامُ اُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ وَمِنْ وُلْدِہِ الْقَائِم عَلَیْہِ السَّلَام. الخ

بیشک علی میرے بعد اس امت کے امام ہیں اور انہی کی اولاد میں سے قائم علیہ السلام ہیں جنکا انتظار کیا جائیگا جب انکا ظہور ہوگا تو وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے برحق بشیر نذیر بنا کر بھیجا ہے کہ وہ لوگ جو غیبت کے زمانہ میں انکی امامت کے اعتقاد پہ ثابت قدم رہیں گے وہ (کبریت احمر)☆ سے کہیں زیادہ قلیل ہوں گے پس جابر ابن عبد اللہ انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ کے فرزند قائم علیہ السلام کی غیبت ہوگی؟ تو رسول خداؐ نے فرمایا ہاں، خدا کی قسم یقیناً مؤمنین کو زبردست آزمائش میں مبتلاء کیا جائے گا اور کافر ختم کر دیئے جائیں گے، اے جابر یہ امر خداوند عالم کے امور میں سے ایک ہے اور یہ راز خدا کے اسرار میں سے ایک ہے جسے اس نے اپنے بندوں سے پوشیدہ کر رکھا ہے۔

خبردار کبھی اس امر میں شک نہ کرنا، اس لئے کہ خدا کے امر میں شک کرنا کفر ہے

(☆) کبریت احمر۔ یعنی سرخ گندھک یہ بہت کم پیدا ہونے والا مادہ ہے جسکی

قیمت بہت زیادہ ہے یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی چیز کی تعداد کمیاب یا نایاب ہو۔ مترجم ینابیع المودۃ صفحہ ۴۹۴

۳. کتاب فرائد السمطین میں روایت نقل کی گئی ہے، شیخ ابی اسحاق بن ابراہیم بن یعقوب کلابادی سے، انہوں نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ اَنْکَرَ خُرُوْجَ المَهْدِیْ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ علیٰ مُحمّد ۔۔

جس نے امام مہدیؑ کے خروج وظہور کا انکار کیا اس نے محمدؐ پہ نازل شدہ تمام باتوں کا انکار کیا

۴. امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ یَاتِیِ عَلَیٰ النّاسِ زَمَانٌ یَغیبُ عَنهُمْ اِمَامُهُم ....لَوْ لاکُمْ لانزلت عَلَیْهِمْ عَذَابِیْ۔ کمال الدین، باب ۳۲ حدیث نمبر ۱۵

لوگوں پر ایسا وقت بھی آئیگا جس میں انکا امام غائب ہوگا، چنانچہ خوش قسمت ہوں گے وہ لوگ جو اس وقت ہماری ولایت ومحبت پر باقی رہیں گے۔

انکا کم سے کم ثواب یہ ہوگا کہ خدا کی طرف سے انہیں آواز دی جائے گی کہ اے میرے بندو اور کنیزو تم میرے سِرّ (راز) پر ایمان لائے اور میرے غیب کی تصدیق کی، تمہیں بشارت ہو میرے بہترین ثواب کی بتحقیق تم میرے

بندے اور میری کنیزیں ہو میں یقیناً تم لوگوں کے اعمال قبول کروں گا، تمہارے گناہوں کو معاف کروں گا تمہاری مغفرت کروں گا، تمہاری وجہ سے میں اپنے بندوں پر باران رحمت نازل کروں گا اور ان سے بلاء کو دور کروں گا اگر تم نہ ہوتے تو میں ان پر عذاب نازل کر دیتا۔

۵. عمرو بن ثابت نے امام علی ابن الحسین سیّد العابدین علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ امام نے فرمایا: مَنْ ثَبَتَ عَلیٰ مُوَالاتِنَا فِي غَیبَۃِ قَائِمِنَا، أَعْطَاہُ اللّٰہُ عزّوجل أَجْرَ أَلْفِ شَھِیدٍ (کمال الدّین، باب ۳۱، حدیث نمبر ۷) جو ہمارے قائم کی غیبت کے زمانہ میں ہماری ولایت ومحبت پر باقی رہے خداوند رحیم اسے ایک ہزار شہیدوں کا ثواب مرحمت فرمائے گا۔

۶. ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا: طُوبیٰ لِمَنْ تَمَسَّکَ بِأَمْرِنَا فِي غَیْبَۃِ قَائِمِنَا فَلَمْ یَزِغْ قَلْبُہُ بَعْدَ الْھِدَایَۃِ (کمال الدّین، باب ۳۳، حدیث نمبر ۵۵) خوش قسمت ہیں وہ افراد جو ہمارے قائم کے زمانۂ غیبت میں ہماری ولایت ومحبت پہ قائم رہیں کیونکہ انکے دل ہدایت پانے کے بعد کج نہیں ہوئے۔

نمونہ کے طور پر یہ چند حدیثیں رسول اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی پیش کی گئیں جن میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ زمانۂ میں ایمان وعقیدہ کو مضبوط و مستحکم رکھنا

ضروری ہے چیلنجوں، منصوبہ بند سازشوں، فتنوں اور گمراہیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے۔

دوسری ذمہ داری: امام زمانہ علیہ السلام کے مسئلہ کا دفاع کرنا

امام زمانہ علیہ السلام کے مسئلہ پر ایمان واعتقاد ہم پر یہ فرض عائد کرتا ہے کہ ہم اسکا دفاع کریں اور اسکے دوام وبقاء اور استمرار وتسلسل کے تئیں تحفظ فراہم کریں اور اس مسئلہ کو دبانے یا ختم کرنے یا مسخ کرنے کی تمام کوششوں کا منہ توڑ جواب دیں۔

یہ مسئلہ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی کہہ چکے ہیں عقائدی، فکری، ثقافتی اجتماعی اور سیاسی اعتبار سے بہت سے اعتراضات وخطرات سے دوچار ہیں، تو ایسی صورت حال ہم جو امام زمانہ علیہ السلام کے مکتب سے وابستہ اور انکے مسئلہ پر ایمان رکھنے والے سمجھے جاتے ہیں۔

ہمیں ان تمام کوششوں اعتراضوں اور چیلنجوں کی راہ میں سدّ راہ ہو جانا چاہیئے جو اس خالص اسلامی مسئلہ کو نشانہ بنائے ہوئے ہیں ہم پہ لازم ہے کہ اس مرحلہ میں جس سے ہماری اور اس مسئلہ کی سرنوشت گذر رہی ہے ہم فکر مہدویت کے دفاع اسکی صحیح رہگذر کے تحفظ اسکے خالص حقائق اور عظیم مضامین کی نگہداشت کی ذمہ داری کے متحمل ہوں اور اس ذمہ داری کی انجام

دہی چند طریقوں سے ممکن ہے، تحریر کے ذریعہ، تقریر کے ذریعہ، خطابت کے ذریعہ، گفتگو کے ذریعہ مسجد کے ذریعہ، منبر حُسینی کے ذریعہ، مدرسہ کے ذریعہ مکتبہ کے ذریعہ، نیز ایسے تمام مواقع کے ذریعہ جہاں ہم فعّالیت انجام دینے پہ قدرت رکھتے ہوں۔

اور اس کے لئے ضروری ہے کہ مسئلہ مہدویّت سے متعلق ہمارے پاس وافر مقدار میں پختہ اور وسیع معلومات کا علمی ذخیرہ ہوتا کہ ہم تحفظ، دفاع اور مقابلہ کے میدان میں اپنی ذمہ داری پوری کر سکیں لیکن اگر ہمارے پاس اس مسئلہ کے بارے میں اچھی معلومات کا بڑا حصہ نہ ہو اور ہم خود فکری اعتبار سے اس مسئلہ کے بارے میں آگاہی سے خالی ہوں اور اسکے صحیح مفہوم وتصور سے عاری ہوں اور خود ہمارے فہم وادراک میں کمزوری اور معلومات میں اضمحلال ہو تو پھر ہم ہرگز اس اہم ذمہ داری کے تحمّل کے اہل قرار نہ پائیں گے۔

ہم لوگوں کو اہلبیت علیہم السلام کے مکتب کی طرف جب دعوت دیتے ہیں یا امام زمانہؑ کے مسئلہ کی جانب بُلاتے ہیں تو بعض لوگوں کا یہ گمان ہوتا ہے کہ ہم فرقہ وارانہ انتشار اور مذہبی اختلافات کو بڑھاوا دیتے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ امت مسلمہ کا جسقدر مکتبِ اہلبیتؑ کے تئیں ذہن کُھلے گا اور خطِ اہلبیتؑ کو جس حد تک عمیق مشکل میں سمجھنے کی وہ کوشش کرے گی اتحادِ

بین المسلمین کی جڑیں اتنی ہی زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوتی جائیں گی۔

تمام مسلمانوں سے ہماری امید وآرزو ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی تاریخ سے آگاہی حاصل کریں اور اس مکتبِ اہلبیت کے افق پہ کھلی نظریں ڈالیں جو اسلام کے اصلی مکتب کا مظہر ہے، کیونکہ یہی صحیح راستہ ہے کاروان اُمت کو مالامال کرنے، حالات اُمت کو بہتر بنانے، اسلامی معاشرہ سے بہت سارے تفرقے اور بدگمانیاں مٹانے، اور رسالت کے صاف وشفاّف چشموں سے جو ہر طرح کی کثافت وآلودگی اور ملاوٹ سے پاک ہیں براہ راست سیراب و مستفیض ہونے کا۔

تیسری ذمہ داری :

امام زمانہ علیہ السلام سے قلبی ارتباط

صرف فکری وعقائدی طور پر امامؑ کے مسئلہ پر ایمان رکھنا کافی نہیں ہے بلکہ اسکے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ دلی طور پر امام علیہ السلام سے معنوی ربط پیدا کیا جائے اور روحانی اعتبار سے آنحضرت کے ساتھ وابستگی برقرار کی جائے۔

امام علیہ السلام سے قلبی ارتباط سے ہماری کیا مراد ہے؟

ہماری مراد یہ ہے کہ ہر حال میں اور ہمیشہ امامؑ ہمارے قلوب میں حاضر ہوں اور ہمارے فکر و شعور، ہمارے ضمیر و احساس ظاہر و باطن، ہماری رفتار وگفتار، ہماری دید و باز دید اور ہماری محافل و مجالس میں دائماً موجود و ناظر ہوں امامؑ کے لئے دعا کرنا اور انکو ہر وقت یاد رکھنا مذکورہ قلبی ارتباط کا اہم رخ ہے جو گہرے تعلق اور ارتباط کی عکاسی کرتا ہے اور اس قسم کا تعلق اور امامؑ سے لگاؤ ہماری زمانۂ غیبت کی ذمہ داریوں میں سے ایک بڑی ذمہ داری کو تشکیل دیتا ہے اور امامؑ سے روحانی ارتباط اور دلی لگاؤ کو عمیق بنانے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ ان دعاؤں کو پڑھتے رہیں جنکی ائمہ طاہرین علیہم السلام نے تاکید کی ہے چنانچہ ان دعاؤں میں سے ایک دعائے ندبہ ہے زمانہ غیبت میں اس دعاء کے پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے بالخصوص جمعہ کے دن، اس دعاء کے ہمیشہ اور پابندی کے ساتھ پڑھنے سے مؤمنین کا باہمی ربط مستحکم ہوتا ہے اور امام علیہ السلام کے ساتھ فکری، معنوی

روحانی اور باطنی تعلق وارتباط مضبوط ہوتا ہے اور منجملہ ان دعاؤں کے جنکے پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے " دعائے عہد" ہے جسکا ہر روز نماز صبح کے بعد پڑھنا مستحب ہے اور اس سلسلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص نے چالیس دن دعائے عہد کو بوقت صبح پڑھا وہ حضرت امام زمانہؑ کے انصار میں ہوگا اور اگر وہ مرجائے تو خداوند عالم دوبارہ اسکو قبر سے زندہ کرے گا اور اسے ہر لفظ کے بدلے میں ایک ہزار نیکیاں عطا کرے گا اور ایک ہزار گناہوں کو محو فرمائے گا۔

امام علیہ السلام سے قلبی ارتباط وتعلق کے اثرات وفوائد

امام علیہ السلام سے قلبی ارتباط کے بہت سے اہم اور نمایاں فوائد واثرات ہیں جس میں سے یہاں پہ ہم بعض کی طرف اشارہ کررہے ہیں:

پہلا اثر وفائدہ

امام مُنتظر علیہ السلام کے ساتھ یہ نفسانی، روحانی، وجدانی وذہنی تعلق وارتباط انسانِ مؤمن کے دل میں امید کی شمع روشن کرتا ہے جبکہ انسانِ مؤمن اپنی زندگی رنج ومحن اور مشکلات ومصائب میں بسر کررہا ہے اور سانس تک لینا اسکے لئے دوبھر ہوگیا ہے تو ایسے حوصلہ شکن حالات میں وہ ذہنی طور پر مایوس ہونے لگتا ہے لیکن پھر بھی اسکے اندر امید وآرزو کی نبضیں چلتی رہتی ہیں، یہیں

سے پتہ چلتا ہے کہ امام مُنتظر علیہ السلام سے نفسانی تعلق اور وجدانی ارتباط
ہمارے اندر امید، شوق اور ولولہ ایجاد کرنے نیز مایوسی وناکامی جیسے حالات کا
مقابلہ کرنے کے لئے نشاط وانبساط کی کیفیت سے ہمکنار کرنے میں بڑااہم
کردارادا کرتا ہے، تو جب تک ہماری زندگی اس شعوراوراحساس کے ساتھ بسر
ہوتی رہے گی کہ ہمارا ایل صالح اور معصوم رہبر موجود ہے جو ہماری نگہبانی
کررہاہے، ہمارے مصائب وآلام کولمس کررہا ہے ہماری آرزوں کا پاسباں
ہمارے ہر ہر قدم کا نگراں ،اور دشمنوں کے ساتھ ہماری نبرد آزمائی کا شاہد
وناظر ہے ہماری زندگی اسی شعور واحساس پہ گذرتی رہے گی اس وقت تک ممکن
ہی نہیں کہ ہم ناامیدی، پست ہمّتی ضعف واضمحلال، پسماندگی اورانحطاط جیسے
حالات سے کبھی دوچار ہوں۔

دوسرااثر وفائدہ

امام مُنتظر علیہ السلام سے روحانی ومعنوی ارتباط ہمارے وجود کوعزم
وحوصلہ، قوّت وطاقت اور استقلال وپائیداری سے معمور کردے گا اور ظالم
وسرکش قوتوں کی طرف سے جتنی سخت سے سخت دھمکیوں اور مشکل سے مشکل
حالات کا سامنا ہواور جسقدر اس پائیدار ایمانی وجود کوختم کرنے کی کوشش کریں

قسم کے نباتات کو اپنے دامن میں پروان چڑھانے سے دریغ نہیں کرے گی اس وقت مال و دولت کی اسقدر فراوانی ہوگی کہ جو آدمی اُٹھ کر کہے گا کہ اے مہدیؑ! مجھے عنایت کیجیئے امام مہدیؑ فرمائیں گے جتنا جی چاہے لے لو ۔(حدیث)

اس پُر آشوب دور میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم عقیدہ کے لحاظ سے امام زمانہ (عج) کے بارے میں ہر طرح کی معرفت حاصل کریں اور یہ معلوم کریں کہ ان سے کس قسم کا تعلق رکھنا چاہیے نیز ہم اپنے کو ان کے ظہور کے لئے ہر وقت ہر لمحہ آمادہ رکھیں اس سلسلہ میں علماء و محققین کے اوپر تین طرح کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔
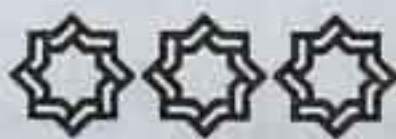
لیکن ہمارے ایمانی برادران جو معصوم قیادت سے فکری، ذہنی اور معنوی طور پر وابستہ ہیں نہ اُنکے استقلال میں نرمی آئے گی، نہ اُنکے ارادوں میں کمزوری پیدا ہوگی نہ اُنکے حوصلوں میں سستی نظر آئے گی اور نہ ہی اُنکے پائے عزم وثبات میں لرزش پیدا ہوگی اور جسقدر دھمکیوں میں شدّت، یلغاروں میں حِدّت، جھڑپوں میں کثرت اور سیاست بازیوں میں شرارت جائے اسی قدر اُنکے ایمان، عزم قوّت استقلال اور ثبات میں پختگی اور استحکام پیدا ہوگا، اور جس حدتک امام مہدی علیہ السلام سے ہمارا معنوی وروحانی تعلق راسخ اور عمیق ہوگا اسی کے بقدر ہمارے عزم وارادہ، اور جوانمردی وپائیداری میں مضبوطی کی سطح میں اضافہ ہوگا اور جیسے جیسے یہ ارتباط وتعلق کمزور و مضمحل ہوتا جائے گا ویسے ویسے ہمارے عزم وارادہ میں، ہمارے موقف ورویہ میں، اور ہمارے قوتِ مقابلہ میں نیز ہماری صلاحیتِ دفاع میں ضعف واضمحلال کی سطح اونچی ہوتی چلی جائے گی۔

تیسرا اثر وفائدہ

امام زمانہؑ کے ساتھ معنوی وروحانی تعلق ہمارے اندر نظم وضبط واستقامت پیدا کرے گا، امامؑ سے ہماری قربت کو برقرار رکھے گا اور خط ومکتبِ اہلبیتؑ سے عملی ارتباط کو دوام عطا کرے گا چنانچہ جب ہماری زندگی میں یہ شعور واحساس عمیق ہوگا کہ ایک معصوم قیادت ہماری نگرانی کررہی ہے اور وہ ہمارے

درمیان امام موعود مُنتظَرؑ کی حیثیت سے موجود ہیں اگر چہ ہم انہیں دیکھ نہیں پا رہے ہیں لیکن وہ ہمارے ساتھ ہیں اور ہماری ہر حرکت ان کے زیر نظر ہے وہ ہمارے مُخالفِ شریعت اعمال وافعال دیکھتے ہیں تو غمگین ہو جاتے ہیں تو جب ہمیں واقعی یہ احساس ہوگا کہ ہمارا خلافِ شریعت افعال کو انجام دینا ہمارے پیشوا اور امام حضرت مُنتظَر علیہ السلام کی ناراضگی اور رنج کا سبب ہے تو پھر ہم اپنے اعمال وحرکات پر کڑی نظر رکھیں گے اور پوری کوشش کریں گے کہ ہم سے ایسے اعمال وافعال سرزد نہ ہوں جو امامؑ کو ہم سے رنجیدہ وناراض کر دیں بلکہ ہم اپنے کردار کو ایسے اسلامی قالب میں ڈھالیں گے جس سے امام علیہ السلام کی رضا وخوشنودی حاصل ہو اور ایسا اس صورت میں ہوسکتا ہے جب ہم مُنظّم طریقہ سے التزام برتتے ہوئے استقامت کے ساتھ صحیح اعمال انجام دیں۔

چوتھی ذمہ داری :

زمانہ غیبت کبریٰ کی اہم ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری جس کا ادا کرنا واجب ہے "امام علیہ السلام کے ظہور کا انتظار کرنا ہے" اس ذمہ داری کی تاکید میں بہت ساری حدیثیں رسول اکرمؐ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی موجود ہیں :

۱. جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ ''سب سے افضل عبادت امامؑ کے ظہور کا انتظار کرنا ہے

۲. امام محمّد باقر علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے ''رَحِمَ اللّٰہُ عَبْدًا حَبَسَ نَفْسَہُ عَلَیْنَا وَ رَحِمَ اللّٰہُ عَبْدًا اَحْیَا اَمْرَنَا '' اللہ رحمت نازل کرے اس بندے پر جس نے ہمارے بارے میں اپنے نفس کو مقید رکھا اور خدا رحمت نازل کرے اس بندے پر جس نے ہمارے امر کو زندہ رکھا۔

امام کے اصحاب میں سے ایک نے عرض کی : اگر حضرت قائم (عج) کے ظہور سے پہلے مر جاؤں تو؟ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا :تم سے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اگر میں امام مہدیؑ کے زمانہ ظہور کو درک کرلوں تو ضرور امامؑ کی نصرت کروں گا وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے امام کے ہمراہ اپنی تلوار سے جہاد کیا ہو جو امامؑ کے ساتھ شہید ہو جائے گا اس کے لئے دو شہادتوں کا اجر ملے گا۔ (بحارالأنوار ج۔۵۲/صفحہ۱۲۶)

۳. حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :

''کیا میں تمہیں ایسی کی خبر نہ دوں جسکے بغیر خدا اپنے بندوں کے کسی عمل کو قبول نہیں کرتا ؟لوگوں نے کہا بے شک آپ ہمیں ضرور اسکی خبر دیں.........تو

امام علیہ السلام نے فرمایا :

لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت، اوامرِ الٰہی کا اقرار، ہم اہلبیتؑ کی ولایت ومحبت، ہمارے دشمنوں سے برائت وعداوت، ورع وپرہیز گاری، سعی وعمل پیہم، اطمینانِ قلب اور قائم آلِ محمدؑ کا انتظار ہے،

اسکے بعد امامؑ نے فرمایا : یقیناً ہماری ایک حکومت ہوگی جسے قائم آلِ محمد قائم کریں گے، جو شخص امام زمانہؑ کے اصحاب میں شمار ہونے کی مسرت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ انتظار کرے اور تقویٰ کی بنیاد پر اعمال انجام دے اور اپنے اخلاق کو اچھا بنائے اور اسی حالت میں انتظار بھی کرتا رہے چنانچہ اگر وہ انتظار کرنے والا مر جائے اور اسکے بعد امامؑ کا ظہور ہو تو اسکو وہی اجر ملے گا جو اجر امامؑ کے ساتھ شریک ہونے والے کو ملے گا پس اے مشمولِ رحمت گروہ جانفشانی اور کوشش کرو اور انتظار کرو کہ تم خوش نصیب ہو (بحار الأنوار ج ۵۲ صفحہ ۱۴۰)

۴. ابوحمزہ ثمالی نے ابو خالد کابلی سے اور انہوں نے امام علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''رسول خداؐ کے اوصیاء میں سے بارہویں وصی کی غیبت طولانی ہوگی۔ اے ابو خالد یقیناً زمانۂ غیبت میں انکی امامت کے قائل اور انکے ظہور کے منتظر افراد ہر زمانہ کے لوگوں سے افضل ہیں اس لئے کہ خدائے برتر ومتعال نے انہیں ایسی عقلیں

بخشی ہیں اور ایسی قوت فہم و معرفت عطا کی ہے جسکی بدولت انکے نزدیک غیبت بمنزلۂ مشاہدہ ہوگی اور اس زمانے میں انکا درجہ رسولؐ خدا کے زمانہ میں آنحضور کے ساتھ تلوار سے جنگ کرنے والے مجاہدین کے برابر ہوگا حقیقت تو یہ ہے کہ وہی لوگ واقعی مخلص، ہمارے سچّے شیعہ اور خدا کے دین کی طرف علنی و مخفی طور پر دعوت دینے والے ہیں۔ پھر اسکے بعد امام سجّادؑ نے فرمایا کہ امامِ قائم (عج) کے ظہور کا انتظار حلِّ مشکل کی سب سے بڑی کلید ہے۔

(بحارالأنوار ج۵۲ صفحہ۱۲۲)

۵. فیض ابن مختار کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جو اس امر (امام زمانہؑ کے ظہور) کا انتظار کرتے ہوئے مرجائے وہ اس کے مانند ہے جس نے امامؑ کے ہمرکاب ہوکر تلوار سے جنگ کی ہو۔ پھر فرمایا نہیں خدا کی قسم وہ اس شخص کے مانند ہے جو رسولِؐ اسلام کے ہمراہ رہ کر درجۂ شہادت پہ فائز ہوا ہو۔

(بحارالأنوار ج۵۲ صفحہ ۱۲۶)

۶. ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : میں تمہیں مہدیؑ کی بشارت دوں جو میری امت میں مبعوث ہوں گے جبکہ لوگوں کے درمیان اختلاف وانتشار ہوگا اور اضطراب وتزلزل کا ماحول ہوگا، پس وہ زمین

کو ظلم و جور سے پُر ہو جانے کے بعد عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ زمانۂ غیبت میں اپنے امام موعود کے انتظار میں زندگی گذاریں، انکی مبارک کی امید و آرزو میں نیز انکی عظیم انقلابی و اصلاحی تحریک کی حمایت و پشت پناہی میں زندگی گذاریں، یقیناً اس طرح کا انتظار، اس نوعیت کی امید و آرزو، اور اس انداز کی حمایت و پشت پناہی بہترین عبادت ہے جیسا کہ احادیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

ہم بارگاہِ رب العزت میں دعا گو ہیں کہ بارِالٰہا! ہمیں حق و عدل کی حکومت کے منتظرین میں شمار فرما اور ہمیں ہدایت و ایمان کے راستہ پر قائم رکھ۔ بارِالٰہا ! ہم تجھ سے اس مبارک حکومت کے خواہشمند ہیں جس میں اسلام اور مسلمانوں کو عزّت و سربلندی اور نفاق و اہل نفاق کو ذلت و رسوائی حاصل ہو اس حکومت میں ہمیں اپنی اطاعت و بندگی کی طرف بلانے والوں میں اور اپنے راستہ کی جانب راہنمائی کرنے والوں میں قرار دے اور اس حکومت کے ذریعہ ہمیں دنیا و آخرت میں عزت و کرامت مرحمت فرما۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

انتظار کا حقیقی مفہوم

انتظار کے کیا معنیٰ ہیں؟ حقیقی طور پر انتظار کن امور پر دلالت کرتا ہے؟ انتظار کے عناصر کیا ہیں؟

قبل اسکے کہ ہم انتظار کے اصلی ارکان کو بیان کریں ضروری ہے کہ مفہوم انتظار سے متعلق بعض غلط تصورات اور خام نظریات کی نشاندہی کردیں۔

مفہوم انتظار کے بارے میں بعض تصورات و نظریات ملتے ہیں جنہوں نے انتظار کے معنیٰ و مفہوم کے بارے میں ہیر پھیر کیا ہے اور اسکے مضمون و مقصود کو بدل دیا ہے اور اسکے صاف و شفاف مدلول کو منفی رُخ دے دیا ہے بلکہ اس حد تک اسکو مسخ کردیا کہ اس سے اسکی حقیقت و واقعیت کو ہی سلب کرلیا ہے۔

ان تصورات کے بارے میں اپنی نظر:

یہاں ہم ان تصورات پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے گذرتے ہیں اس لئے کہ گفتگو کا وقت محدود اور دامن وقت کوتاہ ہے۔

پہلا تصور:

پہلا تصور یہ کہتا ہے کہ انتظار یعنی امام کے جلد از جلد ظہور کی کثرت سے دُعا کی جائے بس دُعا، اس تصور میں انتظار کا جو عمیق اور وسیع مفہوم ہے وہ حاصل نہیں ہوتا اور انتظار کے جو مختلف پہلو ہیں اس تصور میں شامل نہیں ہوتے نیز اس تصور میں مومنین انتظار کی واقعی رھگذر تک نہیں پہونچ پاتے اس قسم کا مفہوم انتظار جو کہ دائرۂ دُعا سے ایک قدم آگے نہیں بڑھتا اور صرف کچھ کلمات کی حد میں محدود رہتا ہے ایک سطحی مفہوم ہے جو انتظار کی حقیقت، اور اسکے موثر ومحرّک ہونے کی جہت سے بہت دور ہے، یہ صحیح ہے کہ دُعا انتظار کے پہلوؤں میں سے ایک اہم پہلو ہے جیسا کہ آگے ہم دیکھیں گے لیکن دُعا ہی کو انتظار کا سارا مفہوم قرار دے دیا جائے تو یہ انتظار کے وسیع وعریض مفہوم کو محدود ومقیّد کرنا ہے اور انتظار کو اسکے عظیم مدلول ومضمون سے خالی کرنا ہے، اس طرح تو انتظار کچھ آرزوں اور تمناؤں کی حالت سے عبارت ہو کر رہ جائے گا جنہیں دُعاؤں کے فقرات کی حد تک زبان پر دہرایا جائے اور بس، تو میں نہیں سمجھتا کہ انتظار کا یہ مفہوم ان شدید تاکیدات سے میل کھاتا ہو جو رسول اکرمؐ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام سے انتظار کی بابت وارد ہوئی ہیں بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ انتظار تمام عبادتوں سے افضل ہے اور انتظار کرنے والوں کے لئے نہایت

بلند درجات ہیں اور انتظار کرنے والوں کا مرتبہ جناب رسولؐ اسلام کے ہمرکاب ہو کر تلوار سے جہاد کرنے والوں کا مرتبہ ہے غرضکہ منتظرین کی اتنی تعریف وتوصیف کی گئی ہے جسکی کوئی حد نہیں، چنانچہ ان تصریحات کو جاننے کے لئے اس حدیث کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جس میں زمانۂ غیبت کی ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں۔

دوسرا تصور:

بعض لوگوں کا تصور انتظار کے بارے میں کچھ اس طرح ہے کہ میدان عمل سے انسان دور اور زمانۂ غیبت کی مذہبی واصلاحی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جائے۔

یہ تصور کہاں سے پیدا ہوا؟

یہ تصور اس طرح پیدا ہوا کہ اُس کردار کی حقیقت کو سمجھنے اور درک کرنے میں کوتاہی ہوئی جو امام منتظر ظہور کے بعد ادا کریں گے نیز اس رابطہ کی حقیقت کو درک کرنے میں غلطی ہوئی جو ظہور امامؑ کے بعد کردار اور اس سے قبل کے تمہیدی کرداروں کے درمیان قائم ہے چنانچہ اسی فہم وادراک کے قصور کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس طرح کے تصورات ونظریات وجود میں آئے جنکا مطمح نظر یہ تھا کہ عصر غیبت کی شرعی ذمہ داریوں اور جہادی سرگرمیوں کو روک دیا جائے، اس

مفہوم کا ماننا ہے کہ اصلاح منحرف وجود کا روئے زمین سے خاتمہ کرنا، اور فتنہ وفساد کا مٹانا امام منتظرؑ سے متعلق ذمہ داری ہے جو انشاء اللہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی اور ہر طرح کے ضلالت وانحراف، کجی وبے راہ روی اور ہر رنگ کی خرابی وخامی کو ختم کردیں گے، لہذا اصلاح کا عمل امامؑ کے ظہور مبارک تک موقوف رکھا جائے اس لئے کہ ہم زمانۂ غیبت میں اس طرح کی اصلاح کے ذمہ دار نہیں ہیں چاہے وہ معاشرے میں موجود انحرافات کی اصلاح کا مرحلہ ہو یا پھر ایسے سیاسی حالات پیدا کرنے کا مرحلہ جس سے اسلامی حکومت عالم وجود میں آسکے ہم تو امامؑ کا انتظار کریں گے تاکہ وہ آنے کے بعد ان ذمہ داریوں کو خود سنبھالیں اور ان عظیم اہداف ومقاصد کو عملی جامہ پہنائیں یہ تصور کسی بھی حال میں قابل قبول نہیں اگرچہ اس تصور کا جواب ہم تیسرے تصور کو بیان کرنے کے بعد دیں گے۔

تیسرا تصور:

اس تصور نے انتظار کے مفہوم کو ایسے خطرناک موڑ پر لا چھوڑا ہے جہاں اسکے اصلی مفہوم کی بیخ کنی ہی کردی گئی ہے شاید یہ رنگ تصور ایسے ذہنوں میں پرورش پا رہا ہے جنکے یہاں فہم وشعور بالکل سلب ہوچکا ہے یا پھر پورے طور پر مسخ ہوچکا ہے، یہ تصور کچھ اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ یہ طے ہے کہ امامؑ

امام زمانہؑ کے متعلق ذمہ داریاں

پہلی ذمہ داری:

امام زمانہؑ کے متعلق جب بھی بحث کی جائے وہ بحث جامع اور استدلال سے بھر پور ہو اور تمام پہلوؤں کو مدّ نظر رکھ کر بیدار فکر کے ساتھ گفتگو کی جائے مطلب یہ کہ بحث موضوع سے ہٹ کر نہ ہو اور ہر طرح کی کج فکری سے صاف ہو بالخصوص آج کل جبکہ ایسے افکار ذہن نشیں کرائے جا رہے ہیں جو ذہن بشری کو صاف وشفّاف رہنے نہیں دیتے بلکہ اسے فاسد افکار ونظریات سے بھر دیا جاتا ہے۔

اس مقام پر ہمارے لئے ضروری ہے کہ ان بعض زرخرید قلم کاروں کا ذکر کریں جنھوں نے صاف وشفّاف چشمۂ افکار سے اپنے کو سیراب نہیں کیا۔ انکی باطل چیخیں اٹھتی ہیں کہ اس روشن ترین الٰہی مسئلہ کی حقیقت بگاڑ کر پیش کریں بے شک ہمارے علماء نے اس زہر آلود قلم کا جواب دیا ہے لیکن یہ سچ ہیکہ ہمارے علماء کے قلم وہ ہیں جو کبھی دل آزاری، یا پھر کسی کی عزت وناموس سے کھیلنا جا[illegible] نہیں خاص طور سے مسلمانوں کے عقائد پر حرف زنی اور قلم کی نشتر زنی سے ہمیشہ گریزاں رہے اور یہی ہونا بھی چاہیے، اور یہ دور وہ ہے

اس وقت تک ظاہر نہیں ہوں گے جب تک زمین ظلم وجور اور فتنہ وفساد سے بھر نہ جائے جیسا کہ رسول اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ کی احادیث وروایات میں بیان کیا گیا ہے کہ ''وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی'' تو امامؑ کے ظہور کی جو بنیادی شرط ہے وہ زمین کا ظلم وجور اور گمراہیوں سے بھر جانا ہے تو کسی قسم کی اصلاحی کوشش اور زمین کو ظلم وجور سے بھرنے سے روکنے کی سعی وکاوش امامؑ کے ظہور کی لازمی وبنیادی شرط میں تاخیر کا سبب بنے گی یہی نہیں بلکہ یہ تصور پستی اور انحطاط کے اس مرحلہ کو پہونچا ہوا ہے کہ اسکا کہنا ہے کہ فساد وانحراف کے حالات اور ظلم وجور کے ماحول کو ضرور فروغ دیا جائے تا کہ امامؑ کے ظہور کی بنیادی شرط حاصل ہو اور نتیجتاً امامؑ کے ظہور میں تعجیل ہو۔

مذکورہ تصورات ونظریات کا کُلّی جواب

ہم اپنی گفتگو میں دلیل کے ساتھ ناقابل قبول نظریات وتصورات کے پوچ، باطل اور پُر خطر ہونے کو بیان کریں گے۔ ہماری یہ گفتگو ذیل کے چند بنیادی نقطوں پر مشتمل ہوگی۔

پہلا نقطہ

امامؑ کا انتظار ہم سے بہت بڑی مشقت وجانفشانی کا طلبگار رہے اور ایسے گروہ کا تیار کرنا جو امامؑ کا ساتھ دے سکے بہت محنت اور جدوجہد کا متقاضی ہے اس قسم کا گروہ صرف دُعا سے تیار نہیں ہوگا اور نہ ہی دُعا میں مشقت وجانفشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور نہ کسی طرح کے جدوجہد سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دُعا ہمارے وجود میں یہ استعداد پیدا کرتی ہے کہ ہم انتظار کے راستہ پر قدم بڑھائیں اور دُعا ہمارے اندر امامؑ سے معنوی ارتباط برقرار کرنے کی راہ ہموار کرتی ہے، نیز دُعا ہم کو اس بات پر ابھارتی ہے کہ ہم ان اسباب وعوامل کو فراہم کریں جو حقیقی انتظار کے مفہوم کو مصداق کی شکل دیتے ہیں، تو صرف دُعا ہی انتظار کا کامل مفہوم پیش نہیں کرسکتی بلکہ دُعا انتظار کے بہت سے پہلوؤں میں

سے صرف ایک پہلو ہے وہ بھی جب انتظار کے کامل مفہوم کو سمجھ کے صحیح طور پر انجام پائے۔

دوسرا نقطہ

دوسرا تصور ایک باطل اور فاسد عقیدہ کا عکّاس ہے اور وہ یہ ہے کہ عصر غیبت میں بعض اسلامی احکام کو معطّل رکھا جائے اور وہ بعض اسلامی احکام حسب ذیل ہیں :

اللہ کی طرف دعوت دینے کو موقوف رکھا جائے امر بالمعروف (اچھائی کا حکم دینا)............ نہی عن المنکر (برائیوں سے روکنا)............ فسادوانحراف سے نبرد کرنا............ ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا۔اور خدا کی راہ میں جہاد کرنا یہ سب کچھ عصر غیبت میں موقوف ومعطّل رہنا چاہیئے، اس قسم کا تصور اسلامی نصوص وروایات سے تضاد رکھتے ہیں جو صراحت کے ساتھ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مذکورہ احکام اسلامی کو ہر عصر، ہر زمانہ اور ہر حال میں جاری وساری رہنا چاہیئے، تو یہ تصور اسلامی نصوص وروایات کے ایک بڑے حصہ کو کالعدم قرار دینے اور اسلامی احکام کے نہایت اہم اور وسیع میدان کو سادہ کرنے کی بات کرتا ہے لہذا اس نظریہ کے ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ہم خطر ناک حد تک اسلام کے ضروری احکام سے مفارقت اختیار کریں اور صریحاً انکو

نظر انداز کر دیں۔

تیسرا نقطہ

یہ تصورات اسلامی معرفت کے نہ ہونے یا پرلے درجہ کی جہالت ہونے کی حکایت کرتے ہیں

(ا) اسلامی مفاہیم کے بارے میں جہالت (ب) اسلامی منابع شریعت سے جہالت (ج) ایک مسلمان انسان کے فرائض سے جہالت (د) مسئلۂ مہدویت سے جہالت (ھ) میدان عمل کے حالات سے جہالت۔

چوتھا نقطہ

انتظار کا جو غلط مفہوم پیش کیا گیا ہے اسکے نشو ونما کی ذمہ داری بعض گمراہ اور اسلام سے منحرف گروہوں نے لے رکھی ہے اور اسلام دشمن طاقتیں اس کوشش میں ہیں کہ اس سے اپنا اُلّو سیدھا کریں۔ دشمنان اسلام و مذہب اہل بیتؑ یہ چاہتے ہیں کہ وہ جماعت جو امام منتظرؑ سے وابستہ ہیں بیکار، بے عمل، بے حس وحرکت، بے عزم وہمت اور بے حوصلہ و بے حقیقت ہو کر رہ جائے اس طرح کے تصورات جو صلاحیتوں کو منجمد کرنے، توانائیوں کو ختم کرنے، عزم وارادہ کو پگھلانے اور ولولہ واُمنگ کا گلا گھوٹنے میں شریک ہیں اس میں شک نہیں کہ

ان کے پیچھے اسلام دشمن طاقتوں کا ہاتھ ہے اور مذہب اہل بیت علیہم السلام کے دشمن کارفرما ہیں۔

پانچواں نقطہ

انتظار کا یہ مفہوم مسئلۂ مہدویت کے اصلی خدوخال کو بہت بگاڑ کر پیش کرتا ہے اس مفہوم کے زیرسایہ یہ نظریہ ہمارے سامنے چند خطرناک قسم کے نتیجے اُجاگر کرتا ہے:

پہلا نتیجہ:۔

اسلامی حکومت کے نظریہ کو ختم کرنا

انتظار کا یہ مفہوم جو اس بات پہ زور دیتا ہے کہ ''بگڑے ہوئے حالات کو سُدھارنا ناممکن ہے، لہذا اس سُدھار کے عمل کو موقوف کیا جائے اور اسلامی حکومت کے قیام کے نظریہ کو امام مہدیؑ کے ظہور تک منجمد رکھا جائے'' یہ مفہوم عصر غیبت میں اسلامی حکومت قائم کرنے کی ہر کوشش کو ناکام بناتا ہے۔ اسلام دشمن طاقتوں کے لئے کتنا شیریں اور نیک شگون ہے کہ ملتِ اسلام کے ذہن میں یہ فکر پرورش پائے اور وہ روئے زمین پہ احکام الٰہی کو قائم و نافذ کرنے کی غرض سے کچھ کرنے کے بارے میں سوچے بھی نہیں اور شاید یہ سمجھ کا پھیر ہے جس سے

اس قسم کا تصور وجود میں آیا اور اسکا سبب یہ ہے کہ ایسے تصور والوں کے یہاں اتنی توانائی نہیں کہ وہ امام مہدیؑ کی حکومت پہ اعتقاد میں اور آنحضرتؑ کے ظہور سے پہلے اسلامی حکومت کے قیام کے امکان پہ اعتقاد میں عدم تضاد کو درک کر سکیں یہ تو مسلّم امر ہے کہ عالمی پیمانے پر اسلامی حکومت قائم کرنے کے اہل صرف امام زمانہؑ ہیں۔ لہذا مذکورہ تصور کے لحاظ سے یہ کہنا کہ امام کے ظہور سے پہلے اسلامی حکومت کے قیام کا امکان ہے اُس مسلَّم امر سے منافات رکھتا ہے، اس وہمی منافات کو دور کرنے اور اس اعتراض کو ختم کرنے کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ امامؑ کی حکومت عالمی حکومت ہوگی لیکن زمین کے کسی خطے میں اسلامی حکومت کے قیام کو ممکن سمجھنا اور ماننا پہلی والی بات سے تضاد نہیں رکھتا ہے جناب رسول خداؐ اور ائمہ معصومینؑ سے جو احادیث صادر ہوئی ہیں اُن میں اس طرح کے اشارے ملتے ہیں کہ امام مہدیؑ کی حکومت کے قیام سے پہلے کچھ اسلامی حکومتوں کا وجود ہوگا جو امامؑ کے ظہور کے لئے راستہ ہموار کریں گے، چنانچہ روایات میں یہ تعبیر کہ امامؑ کے ظہور سے پہلے کچھ پرچم ظاہر ہوں گے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ظہور امامؑ سے پہلے کچھ حکومتیں قائم ہوں گی جن میں سے بعض امامؑ کے مقصد سے ہم آہنگ اور بعض اس مقصد سے دشمنی کا مظاہرہ کرنے والی ہوں گی، اسکی تفصیل ہم آئندہ بحث کے لئے چھوڑتے ہیں۔

دوسرا نتیجہ

انتظار کے اس مفہوم سے ہم کافر اور منحرف اصولوں کو موقع دے رہے ہیں کہ وہ سیاسی، اقتصادی، اجتماعی، لشکری اور قانونی اعتبار سے مسلمانوں پر حکومت کریں۔ اس مفہوم کے زیر سایہ جب تک ہمارا ایمان اس بات پر ہوگا کہ زمانۂ غیبت کبریٰ میں اسلامی حکومت کا قیام ممکن نہیں ہے تو پھر اس مرحلہ میں مسلمانوں پر کون حکومت کرے گا؟

کافر طاقتیں اور گمراہ قوتیں ہی اس خلاء کو پُر کرتے ہوئے ہر اعتبار سے مسلمانوں پر حکومت کریں گی۔ اور جب تک ہم اس کو بات باور کرتے رہیں گے کہ سیاسی، اقتصادی، اجتماعی اور اخلاقی خرابیوں سے مقابلہ کرنا ہماری ذمہ داری نہیں ہے تو ہم خود موقع فراہم کریں گے کہ یہ خرابیاں ہمارے معاشرہ میں پنجہ گڑائیں۔ پوری آزادی کے ساتھ ہر میدان میں اپنی جڑیں پھیلا دیں اور مسلمانوں کی پوری زندگی پہ اپنا نقش، اپنی فکر اور اپنا معیار اُتار دیں۔

تیسرا نتیجہ

اسلام کو عام زندگی سے دور رکھنا۔

انتظار کے اس غلط مفہوم کے ذریعہ ہم زندگی کے وسیع میدان کو اسلامی

قدروں ،اسلامی مفاہیم ومعارف ،اور اسلامی تعلیمات وہدایات سے خالی کر کے انکے اقدار ومفاہیم کو تنگ جگہوں میں محدود کردیں گے جو مسجد، شادی بیاہ، طلاق اور میراث جیسے جزئی مسائل کے حدود سے تجاوز نہ کرسکیں گے، یہ تصور اسلام کی جامعیت وآفاقیت کے سراسر خلاف ہے کیونکہ اسلام ہر زمان ومکان میں نافذ ہونے کی بھر پور صلاحیت رکھتا ہے، اسکے اصول، اسکی قدریں اور اسکے احکام وقوانین جاوداں اور لافانی ہیں۔

انتظار کا حقیقی مفہوم

جب ہم نے ان تمام غلط تصورات کو جو انتظار کے حوالے سے ہیں ٹھکرا دیا تو اب انتظار کا معقول وصحیح مفہوم بیان کرنا چاہتے ہیں اور ان غلط افکار وخطرناک تصورات سے تجاوز کرتے ہوئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ انتظار کے اصلی مفہوم اور اسکے صحیح مقاصد کو غور وفکر سے سمجھیں، چنانچہ ہم انتظار کا واقعی مفہوم درج ذیل عناصر کے ضمن میں بیان کریں گے۔

پہلا عنصر

امامؑ کے ظہور کی ہمیشہ اور ہر وقت امید وتوقع رکھنا: یعنی ہر وقت حاضر الذہن رہتے ہوئے اس طرح سے زندگی گذاریں کہ ہر آن یہ امید بندھی

رہے کہ کسی وقت بھی امامؑ کا ظہور ہو سکتا ہے اور ہم اس کے لئے ہر وقت تیار رہیں اور یہ فکر بھی ہمارے اندر ہمیشہ بیدار و برقرار رہے،

پہلا سوال:

یہاں پہ سوال کرنے والا یہ سوال کرسکتا ہے کہ ہم بعض روایات میں یہ دیکھتے ہیں کہ امامؑ کے ظہور کا وقت معین کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ امامؑ کا ظہور رمضان المبارک کے مہینے میں اور جمعہ کے دن ہوگا تو جب صورت حال یہ ہے تو پھر ہر وقت اور ہر آن ظہور کی امید اور توقع لگائے رکھنے کے کیا معنی ہیں؟

اس سوال کا جواب............ پہلے تو یہ کہ اکثر روایتیں مطلق ہیں یعنی ان میں امامؑ کے ظہور کا وقت معین نہیں کیا گیا ہے دوسرے یہ کہ امامؑ کے ظہور کے لئے آمادگی اور تیاری ہمارے اوپر اسی انداز کے انتظار کو فرض قرار دیتی ہے۔

دوسرا سوال:

اور کبھی اس طرح کا سوال کیا جاتا ہے کہ جب امامؑ کا ظہور، معین علاماتِ ظہور پر موقوف ہے تو جب بھی وہ علامتیں پوری ہو جائیں گی امامؑ کے ظہور کا وقت معین کیا جا سکتا ہے۔ تو پھر یہ ہمیشہ انتظار اور ظہور کی امید لگائے رکھنا کیا معنی رکھتا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ : علامات ظہور دو طرح کی ہیں:

پہلی قسم :عام علامات کی ہے۔ **دوسری قسم: خاص علامات کی ہے**

عام علامات کے آثار ونشانات تو واضح ہیں جیسے فساد وفتنہ کا پھیلنا گمراہیوں کا عام ہونا، ظالموں کا غلبہ واقتدار ہونا، خونریزی کا بکثرت ہونا، آتش جنگ کا برافروختہ ہونا اور ملکوں کا ایک دوسرے سے قریب ہونا وغیرہ ،لیکن خاص علامتیں امامؑ کے ظہور کے قریب رونما ہوں گی اور ہوسکتا ہے یک بیک اور اچانک وہ علامتیں ظاہر ہوجائیں اس لئے ضروری ہے کہ ہم ہمیشہ منتظر اور ہر وقت متوقع رہیں، کیونکہ امامؑ کے ظہور کی ہر آن امید وتوقع ہمارے لئے مفہوم انتظار کے دیگر عناصر کو تشکیل دینے کی خاطر عملی اقدام کرنے کے اسباب وعوامل فراہم کرے گی ،تو جس قدر یہ احساس ہمارے وجود میں راسخ ہوتا جائے گا اسی قدر ہم میں امامؑ سے ملاقات کے عظیم ہدف کی جانب کشش بڑھتی جائے گی اور یہ سب کچھ اسی وقت حاصل ہوگا جب اس شرف ملاقات کے لازمی عناصر ہمارے اندر حاصل ہوں گے۔

دوسرا عنصر

دائمی آمادگی : کیونکہ مسلسل امید وتوقع رکھنا ہمارے اوپر دائمی آمادگی کو ضروری قرار دیتی ہے دائمی آمادگی اور تیاری سے ہماری کیا مراد ہے؟ یعنی ہم خود کو بہت طرح سے آمادہ اور تیار رکھیں، پہلے یہ کہ روحانی طور پر تیاری

جس میں بعض سیاسی کارندے اپنے مقاصد کے حصول اور مفاد پرستی کیلئے کچھ قلم کاروں کو برانگیختہ کرکے یہ چاہتے ہیں کہ اس قضیہ کو پس پشت ڈال دیا جائے اور اس کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرتے رہیں تا کہ اس عظیم قضیہٗ کے اصلی اہداف ومقاصد بالکل ہی ختم ہوکر رہ جائیں۔

دوسری ذمہ داری:

عقیدۂ مہدویت کو انسانی وجدان میں اس طرح بٹھادیا جائے کہ وہ دوسرے بنیادی عقائد سے بالکل مربوط ہو جائے۔امام زمانہ علیہ السلام کے متعلق ایسا کامل ایمان ہونا چاہیئے جوایک انسان کو یقین کے درجہ تک پہونچا دیتا ہے۔اس لئے کہ ایمان کے مرحلوں میں یہ مرحلہ بہت بلند مرتبہ کا حامل ہے کیوں کہ غیب پر ایمان رکھنا اس امر کو لازم قرار دیتا ہے کہ ہم ان سخت ترین حالات میں خدائی نصرت مطلقہ کے قائل ہوں جن سے امت اسلامیہ دوچار ہے۔

امام زمانہ علیہ السلام پر اعتقاد ہمارے قلب وضمیر میں اہلبیت علیہم السلام کی محبت وولایت کوعمیق تر بناتا ہے اس لئے کہ یہ ہستیاں نجات کی کشتیاں ہیں، اللہ کا سیدھا راستہ ہیں اور راہ ہدایت کی نشاندہی کرنے والی ہیں انھیں کے ذریعہ ہم حق کے راستے کو پہچانتے ہیں اور قرآن کے علمی سرچشمہ سے سیراب

رکھیں، اور روحانی تیاری سے کیا مراد ہے؟ یعنی ہم اپنی روحانی سطح کو حد درجہ بلند کریں، کیوں؟

اس لئے کہ امامؑ سے ملاقات کے لئے اعلیٰ درجہ کی روحانیت، ایمان کی گہرائی، اللہ سے مستحکم رابطہ، عقیدہ و اصول میں خلوص و صداقت اور قلب میں صفا و طہارت کی ضرورت ہے اس طرح کی روحانی تیاری ہمارے اندر امامؑ سے ملاقات کے لئے تیار رہنے کا ایک اہم پہلو ہے چنانچہ جن افراد کے یہاں روحانی تیاری کے حوالے سے بقدر کافی اہلیّت نہیں پائی جاتی وہ صحیح معنی میں تیاری، انتظار اور ظہور کی امید جیسے معانی سے دور ہیں اگر چہ زمین کی فضا کو وہ اپنی چیخ پکار سے بھر دیں اور بلند بانگ دعوے کریں، دعاؤں اور تضرع وزاری کی آوازوں سے اپنے گلے پھاڑیں اور ان پر غشی کا عالم طاری ہو یا دورے پڑنے لگیں۔ جو لوگ امامؑ کے انتظار کے راستہ پر گامزن رہنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ ایمانی اور روحانی طور پر خود کو سنوارنے میں جتنی مصیبتوں کا مقابلہ کرنا پڑے اس کو برداشت کریں شیطانی وسوسوں سے مقابلہ کرنے کی دشواریوں کو تحمل کریں اور راہ خدا میں ایثار اور خود کو نثار کرنے کی صعوبتوں کو جھیلنے کے لئے آمادہ رہیں۔

دوسرے یہ کہ: ذہنی وفکری اعتبار سے اپنے کو تیار کریں۔

ہماری مراد ذہنی وفکری تیاری سے یہ ہے کہ اسلامی مفاہیم ومعارف اور اسلامی احکام ومسائل کے تئیں فکر، شعور، ادارک اور علم وفہم کے اتنے بلند درجہ پر فائز ہوں کہ انسان کو امام زمانہؑ سے نسبت رکھنے والی خاص اور صالح جماعت میں قرار پانے کا اہل بنا دیں جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ کے ناصرین بصیرت اور معرفت کی ساتھ ساتھ فقہ کے بلند درجہ پر فائز ہوں گے۔

تیسرے یہ کہ:

عمل اور کردار کے اعتبار سے تیاری کریں۔

عمل کے اعتبار سے تیاری کرنے سے مراد یہ ہے کہ ہماری زندگی تقوائے الٰہی اور ورع کے ساتھ گذرے، ہم خدا کے احکام کی پابندی کریں اور اپنے آپکو عملاً اس طرح بنائیں کہ الٰہی تعلیمات اور الٰہی نہج سے خود کو ہم آہنگ کرلیں۔

میں امام جعفر صادقؑ کی ایک حدیث آپ لوگوں کے سامنے پیش کررہا ہوں جو اس معنی پر دلالت کرتی ہے، آپ فرماتے ہیں (مَنْ سَرَّهُ اَنْ یَّکُوْنَ مِن اَصْحَابِ الْقَائِمِ فَلْیَنْتَظِرْ وَلْیَعْمَلْ بِالْوَرْعِ وَمَحَاسِنِ الاَخْلَاقِ

وَهُوَ مُنتَظِر..)الخ   یعنی جو اپنے کو امام قائم کے اصحاب میں دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ انتظار کرے اور تقویٰ وورع کے ساتھ اعمال انجام دے نیز اپنے اخلاق کو اچھا بنائے اس حالت میں کہ وہ انتظار کر رہا ہے، تو جو امامؑ کے منتظرین میں سے ہیں وہ تقوائے الٰہی، تدیّن، ورع و پرہیز گاری اور صالح ہونے میں اعلیٰ درجہ کی مثال ہیں لہٰذا جو امامؑ کے منتظروں میں سے ہونے کی تمنّا رکھتے ہیں انھیں چاہیے کہ وہ اپنے اندر تقوائے الٰہی، ورع اور دینداری کی سطح کو بہت بلند کریں، اس مرحلہ کو سر کرنے کے لئے صعوبتوں اور مشقتوں کو برداشت کرنے کی ضرورت ہے، سچائی اور اخلاص کی ضرورت ہے، بصیرت اور شعور کی ضرورت ہے نیز صبر وثبات قدم کی ضرورت ہے۔ امامؑ کے اصحاب متقی ہوں گے، نیک اور صالح ہوں گے، اطاعت گذار اور فرمانبردار بندے ہوں گے۔

چوتھے یہ کہ:

فرائض کی ادائیگی اور جہاد کے اعتبار سے تیاری کریں۔ امامؑ کا انتظار کرنے والے ایسے لوگ ہوں گے جو امامؑ کے ساتھ فعالیت اور سرگرمی کا مظاہرہ کریں گے، ان افراد کے لئے ضروری ہے کہ فہم وشعور، ایمان، فکر، جہاد اور احکام اسلام کی پابندی کے اعتبار سے اہلیّت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں، یہیں پہ انتظار کی ذمہ داری ہم پہ لازم قرار دیتی ہے کہ ہم فرائض کی ادائیگی کے

عناصر اپنے اندر پیدا کریں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) فہم وشعور (۲) وابستگی (۳) تحرّک (۴) فعالیت (۵) ہدف مندی (۶) امید وآرزو (۷) ایثار وقربانی۔

جہادانہ تیاری ہمارے اوپر یہ فرض عائد کرتی ہے کہ ہم اپنی فکری، ذہنی اور عملی قوت کو بروئے کار لائیں اور صلاحیتوں، لیاقتوں اور قابلیتوں کو کارکردگی تحرک، قربانی اور ہدف مندی کی سطح پر نیز ہر طرح کی خرابیوں اور برائیوں کا مقابلہ کرنے کی سطح پر صحیح سمت میں لگائیں، اور اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اسکا نتیجہ اور فائدہ یہ ہوگا کہ معاشرہ کے اندر با ایمان، اہل، اور صالح افراد پروان چڑھیں گے جو امامؑ کی عظیم اصلاحی تحریک سے وابستہ ہوسکیں گے۔

آخر اتنی بڑی جہادانہ تیاری کیوں؟

اس لئے کہ امامؑ اور وہ اہل گروہ جو امامؑ کے ساتھ ہوگا وہ دنیا کی کافر طاقتوں سے سخت نبرد ومقابلہ کریں گے جن کو روایات میں (دجّال) سے تعبیر کیا گیا ہے نیز امت مسلمہ کے درمیان موجود گمراہ اور منحرف طاقتوں سے سخت جنگ وجہاد کریں گے جنکو روایات میں (سفیانی) کے نام سے یاد کیا گیا ہے پس جو لوگ امامؑ کے جہادی گروہ میں شامل ہونے کا

شوق اور آرزو رکھتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کافر اور منحرف طاقتوں سے جنگ و جہاد اور نبرد و پیکار کے تمام اسلوبوں پہ اپنی نگاہ کو مرکوز رکھتے ہوئے عملی مشق انجام دیتے رہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح کی عملی مشق اور ذہنی آمادگی کے لئے سخت پریشانیوں، دشواریوں اور بڑی مصیبتوں اور قربانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا جسکو ہر آدمی برداشت نہیں کرسکتا سوائے چند سچے مومنین کے جنھوں نے اپنے آپکو خدا کی ذات کے لئے وقف کردیا ہے، ایمان کی راہ میں پائیداری کا مظاہرہ کیا ہے اور اپنی دینی ذمہ داری کے اغراض و مقاصد کے ساتھ ہم آہنگی کا ثبوت دیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو امامؑ کے شرف انتظار سے مشرف ہونے کے لائق اور امام مہدیؑ سے اعزاز ملاقات پانے کے اہل ہوں گے، لیکن وہ لوگ جو عزم کے پست، ارادہ کے کمزور عاجزی و فروتنی کے شکار، یأس و ناامیدی سے دوچار، جمود میں گرفتار اور ذلیل و خوار ہیں، نیز خوشحال و مالدار ہیں خوفزدہ اور نفسیاتی طور پر شکست خوردہ ہیں وہ کبھی خط انتظار پر باقی نہیں رہ سکتے کیونکہ انتظار کا راستہ صحیح موقف کا راستہ ہے، اغیار کو للکارنے کا راستہ ہے مقابلہ کا، ثبات قدمی کا، پائیداری کا، جرأتمندانہ گفتگو کا، ذمہ دارانہ عمل کا، اور جہادانہ کردار کا راستہ ہے۔

تیسرا عنصر

صحیح معنوں میں امامؑ کی قیادت (رہبری) سے عملی ارتباط قائم

رکھنا: انتظار امامؑ کے اساسی عناصر میں ایک عنصر یہ ہے کہ عملی طور پر امام زمانہؑ کی قیادت سے وابستہ رہیں اور اس زمانۂ غیبت کبریٰ میں یہ ارتباط و وابستگی امامؑ کی نمائندہ اسلامی قیادت کے ذریعہ ہی ممکن ہے اور اس نمائندہ قیادت کو قیادت مرجعیت کا نام دیا گیا ہے جسکو نیک اور اہل، فقہاء سنبھالے ہوئے ہیں۔

امامؑ کے چوتھے نائب خاص حضرت علی ابن محمد السمری کی وفات کے بعد ۳۲۸ھ یا ۳۲۹ھ میں غیبت کبریٰ شروع ہوئی اور وہیں سے عمومی نمائندہ قیادت کا دور شروع ہوا۔ اور مندرجہ ذیل حدیث میں اس نمائندہ قیادت کے بنیادی اور اہم صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ "مَنْ كَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ .... أَنْ يُقَلِّدُوْه .." الخ (فقہاء میں سے وہ فقیہ جس نے اپنے نفس کو حرام سے محفوظ رکھا، اپنے دین کی حفاظت کرتا رہا، خواہشات نفسانی کی مخالفت کرتا رہا اور اپنے مولا کے حکم کی اطاعت کرتا رہا، عوام کو چاہیئے کہ ایسے فقیہ کی تقلید کریں۔

اہل فقہاء کے اہم فرائض

فقہاء کی بہت ساری ذمہ داریاں ہیں اس اعتبار سے کہ وہ امام منتظرؑ کے نائب ہیں اور امامؑ کی طرف سے انھیں بہت ساری صلاحیتیں دی گئی ہیں ،ان میں سے اہم ذمہ داریاں یہ ہیں:

(۱) فتویٰ دینا اور احکام شرعی بیان کرنا: تو فقہاء جن کے اندر اتنی بھرپور علمی صلاحیت پائی جاتی ہے کہ وہ مقرر شدہ دلیلوں کے ذریعہ احکام شریعت کا استنباط کریں وہی فتویٰ دینے کے اہل ہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق احکام شرعی کو بیان کرنے کا حق رکھتے ہیں،اور جن لوگوں میں یہ علمی صلاحیت نہ پائی جاتی ہو ان کے لئے یہ کام انجام دینا یعنی فتویٰ دینا اور احکام شریعت بیان کرنا حرام ہے۔مگر یہ کہ وہ فقہاء کے فتویٰ کو بیان اور نقل کرنے میں واسطہ وذریعہ بنے ہوں،تو جب فتویٰ دینا لائق فقہاء کی ذمہ داری ہے تو عوام کی ذمہ داری انکی تقلید کرنا ہے،عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو نہ ہی اجتہاد تک پہونچ سکے ہیں اور نہ ہی احتیاط کر سکتے ہیں۔

حکم شرعی کے انجام دینے کے تین راستے

شریعت کی نگاہ میں وہ معتبر راستے جن کے ذریعہ شریعت کے حکم کی تعمیل اور خدا کی اطاعت کی جاسکتی ہے، یہ ہیں :

پہلا راستہ: اجتہاد......اور اجتہاد ایسی علمی قوت کا نام ہے جس سے شریعت میں مقرر کردہ دلائل سے احکام شریعت کا استنباط واستخراج کیا جاتا ہے۔

دوسرا راستہ: احتیاط...... یعنی کسی عمل کو اس طرح انجام دینا کہ جس سے مکلّف کو یقین ہو جائے کہ میں نے اپنی شرعی ذمہ داری کو ادا کر دیا ہے بہ الفاظ دیگر، مکلّف ہر اس فعل کو انجام دے جس میں اس فعل کے وجوب کا احتمال ہو اور اس میں حرمت کا بالکل احتمال نہ ہو، اور ہر اس فعل سے پرہیز کرے جس میں حرمت کا احتمال ہو اور ذرا بھی وجوب کا احتمال نہ ہو۔

تیسرا راستہ: تقلید...... یعنی مجتہد کے فتوی پر اعتماد کرتے ہوئے اعمال انجام دینا، مذکورہ اصطلاحات اور ان سے متعلق بعض احکام سے آشنائی کے لئے فقہی کتابوں کا مطالعہ کریں مثلاً

(الف) العروۃ الوثقیٰ : آقای سید کاظم یزدی۔

(ب) منہاج الصالحین : آقای محسن الحکیم۔

(ج) منہاج الصالحین : آقای خوئی۔

(د) تحریر الوسیلہ : السید روح اللہ الخمینی۔

(ھ) الفتاوی الواضحہ السید شہید محمد باقر الصدر۔

(۲) قضاوت : ان ذمہ داریوں میں سے جو اہل فقہاء پر عائد کی گئیں ہیں ایک قضاوت ہے۔ اسی ذمہ داری کے سبب فقیہ کو ''حاکم شرع'' کہتے ہیں، اور تمام فقہاء نے قاضی کے لئے چند شرطیں بیان کی ہیں جنکا قاضی کے اندر پایا جانا ضروری ہے، وہ یہ ہیں:

(۱) بالغ ہو (۲) عاقل ہو (۳) مومن ہو (۴) عادل ہو (۵) مجتہد مطلق ہو (۶) مرد ہو (۷) حلال زادہ ہو۔

(۳) ان ذمہ داریوں میں سے جو فقیہ سے متعلق ہیں ایک (ولایت فقیہ) یا حاکمیت ہے اور شیعہ نقطۂ نظر کے اعتبار سے ولایت کا سلسلہ اس طرح ہے۔

سب سے پہلے خدائے وحدہ لاشریک کی ولایت و حاکمیت ہے جو ولایت مطلقہ ہے۔ پھر ولایت رسولؐ ہے اور یہ ولایت خداوند عالم کی ولایت

سے حاصل ہوئی ہے جس کی طرف قرآن کریم رہنمائی کر رہا ہے کہ "النَّبِیُّ اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" : یعنی نبی کو مومنین کے نفوس پر خود ان سے زیادہ حق اور اختیار ہے۔

پھر اس کے بعد ولایت امام معصومؑ ہے: یہ ولایت اللہ کی ولایت اور رسول خداؐ کی ولایت سے حاصل ہوئی ہے جس کی طرف قرآن کریم متوجہ کر رہا ہے ان الفاظ کے ذریعہ 'اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ .... وَهُمْ رَاكِعُوْنَ" الخ

یعنی تمہارا ولی صرف اللہ ہے اور اسکا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکات دیتے ہیں حالت رکوع میں۔اور اس ولایت کے بارے میں جناب رسالتمآب کی احادیث بھی موجود ہیں ان احادیث میں سب سے اہم حدیث غدیر ہے جب رسولخداؐ نے غدیر میں خطبہ دیا تو فرمایا: کیا میں تمہارے نفوس پر تم سے زیادہ حق نہیں رکھتا؟ سب نے کہا بے شک اے رسولؐ خدا آپ ہم سے زیادہ ہم پہ حق رکھتے ہیں۔اس وقت رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا بارالہا! گواہ رہنا جسکا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اسکے مولا ہیں۔

اسکے بعد پھر چوتھے مرحلہ میں: ولایت فقیہ ہے۔اس ولایت کے

ہوتے ہیں۔

حدیث میں موجود ہے (مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّة)

ترجمہ : جو بغیر معرفت امام زمانہؑ مرجائے اسکی موت جاھلیّت کی موت ہے اسی لئے امام مہدیؑ کا عقیدہ اسلامی عقیدہ کی روح اور اللہ کی نازل کردہ باتوں پہ ایمان کی جان ہے۔

تیسری ذمہ داری:

امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور کی بھر پور تیاری کرنا ہے علماء کی ذمہ داری صرف امام علیہ السلام کے بارے میں بیان کرنا ہی نہیں ہے بلکہ سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ اس مسئلہ کو اس طرح پیش کریں کہ ایک مسلمان کی زندگی میں ہر وقت یہ مسئلہ پیش نظر ہو اور یہ مسئلہ حیات بشری کے لئے ایسی ضرورت محسوس ہو جس کا انتظار بڑی بیتابی سے کیا جا رہا ہو، اور یہ انتظار اسی وقت ہوگا جب اس مسئلہ کو حقیقت سے اس طرح مربوط کر دیا جائے کہ فکر اچھی طرح اسے قبول کرے اور جذباتی طور پر ایک مؤمن شخص اپنے نفس میں اس سے لگاؤ کا احساس کرے۔۔اس کے بعد پھر ضروری ہے کہ وہ ان تمام واجبات اسلامی کو ادا کرے جنکی ادائیگی پر ظہور امام علیہ السلام کی تیاری موقوف ہے اور یہ کام

دائرہ کی تعیین کے بارے میں کہ آیا اسکا دائرہ وسیع ہے یا تنگ؟ فقہاء کے درمیان چند نظریئے پائے جاتے ہیں:

پہلا نظریہ: اس ولایت کے دائرہ کو بہت ہی تنگ و مختصر کر کے صرف چند امور میں منحصر کر کے پیش کرتا ہے۔

(الف) قضاوت میں فقیہ کو ولایت حاصل ہے۔

(ب) یتیم بچوں اور پاگلوں کے امور کی دیکھ بھال اس صورت میں جبکہ انکا کوئی خاص ولی نہ ہو۔

(ج) اوقاف عامہ کی دیکھ بھال جنکا کوئی متولی واقف نے معین نہ کیا ہو۔

(د) تمام وہ صورتیں جن میں ولایت کی ضرورت پڑتی ہے ان میں فقیہ کو ولایت حاصل ہے اس لئے کہ انکا شرعی طور پر کوئی ولی نہیں ہے اور اسی کو فقہ کی اصطلاح میں "امور حسبیہ" کہتے ہیں۔

دوسرا نظریہ: اس نظریہ کا حاصل یہ ہے کہ جو امور اوپر ذکر کئے جا چکے ہیں ان کے علاوہ فقہاء کو زمانۂ غیبت کبریٰ میں یہ اختیار بھی حاصل ہوتا ہے کہ وہ حدود جاری کریں جیسے قصاص لینا، چور کے ہاتھ کاٹنا، زنا کرنے والے کو سنگسار کرنا اور کوڑے لگانا وغیرہ۔

تیسرا نظریہ: یہ نظریہ ولایت فقیہ کے دائرے کو وسیع مانتا ہے چنانچہ اس نظریہ کے مطابق فقیہ کو شرعی اعتبار سے مسلمانوں کے امور میں ولایت عامہ حاصل ہے پس وہ مجتہد جس میں ولایت فقیہ کی صلاحیت پائی جاتی ہے اسکو لوگوں پر حاکمیت اور ولایت حاصل ہے زندگی کے تمام شعبوں میں، چاہے سیاسی شعبہ ہو یا اقتصادی اجتماعی شعبہ ہو یا تربیتی، اقتصادی شعبہ ہو یا انتظامی، یا اسکے علاوہ زندگی سے تعلق رکھنے والا کوئی اور شعبہ ہو، جو حضرات اس نظریہ کے حامل ہیں وہ بعض احادیث کا سہارا لے کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فقیہ کو ولایت عامہ حاصل ہے۔ان احادیث میں سے کچھ یہ ہیں جناب رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا" اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الاَنْبِیَاء " علماء انبیاء کے وارث ہیں۔اور دوسری حدیث جو یہ کہتی ہے "اَلْعُلَمَاءُ اُمَنَاءُ الرُّسُلِ مَا لَمْ یَدْخُلُوْا فِیْ الدُّنْیَا " یعنی علماء رسولوں کے امانتدار ہیں جب تک وہ دنیا میں داخل نہ ہوں یعنی جب تک دنیا ان پر غالب نہ ہو اس وقت تک وہ امانتدار ہیں۔
تیسری حدیث:" مَجَارِی الْاُمُوْرِ وَ الْأحْکَامِ بِیَدِ الْعُلَمَاءِ الاُمَنَاءِ عَلٰی حَلَالِ اللّٰهِ وَحَرَامِهِ " یعنی احکام اور معاملات ان علماء کے ہاتھوں جاری ہوں گے جو حلال خدا اور حرام خدا پر امین ہیں۔

ولایت فقیہ کے بارے میں یہ تین بنیادی نظریئے ہیں، یہاں ہمارا یہ

موضوع بحث نہیں ہے کہ ان میں سے کون سا نظریہ صحیح اور لائق ترجیح ہے اور کون سا نظریہ مخدوش ہے، اس بحث کو ہم فقہاء و مجتہد کے سپرد کرتے ہیں جو علمی لیاقت کے اعتبار سے ان موضوعات میں تخصّص رکھتے ہیں اور عوام اور ایسے افراد جن میں بحث و گفتگو کی علمی صلاحیت نہیں ہے انھیں ان مسائل میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی کسی ایک نظریہ کو ردّ کرنے یا صحیح قرار دینے کے معاملہ میں میدان میں اُترنے کی حاجت ہے، ولایت فقیہ کے بارے میں نظریاتی جتنا اختلاف ہو لیکن اس بات کو ماننا پڑے گا کہ وہ فقہاء جن میں اہلیت پائی جاتی ہے عصر غیبت کبریٰ میں وہی امت مسلمہ کے راہبر اور قافلۂ امت کے قافلہ سالار ہیں کیونکہ انکا مقام امت مسلمہ کے اجتماعی ڈھانچہ میں نمایاں اور وہ علمی، نفسی اور قیادتی صلاحیتوں کے مالک ہیں پس امت مسلمہ کو چاہئے کہ وہ ان قیادتوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر چلے بشرطیکہ فقہاء میں مرجعیت والی قیادت کے تمام شرائط، تمام اہلیتیں، لیاقتیں، اور صلاحیتیں موجود ہوں۔

چوتھا عنصر:

عملی طور پر امامؑ کے ظہور کے لئے راہ ہموار کرنا

امام منتظرؑ کی عظیم اصلاحی تحریک کی کامیابی چند شرطوں پر موقوف ہے (چنانچہ آئندہ ہم اسکے بارے میں انشاء اللہ بحث کریں گے) ان شرطوں

میں اہم شرط امامؑ کے ظہور کے لئے فضا بنانا اور راہ ہموار کرنا ہے۔ یہیں پر ان مومنین کی ذمہ داری سامنے آتی ہے جو امامؑ کا انتظار کر رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایسی فضا پیدا کریں اور ایسا ماحول تیار کریں جو امامؑ کے ظاہر ہونے کے لئے مناسب ہو اور ہر طرح سے اپنے کو بھی تیار رکھیں۔ ہماری مراد تیاری اور راہ ہموار کرنے سے یہ ہے کہ پہلے بقدر کافی ایسے لائق اور صالح گروہ تیار کریں جو امامؑ کے عظیم انقلاب میں انقلاب کا ساتھ دے سکیں۔

دوسرے: ایسا پلیٹ فارم اور صالح مرکز ایجاد کیا جائے جو امامؑ کے انقلاب کی تقویت اور پشت پناہی کر سکے۔

تیسرے: امامؑ کے استقبال کے لئے فکری و ذہنی فضا اور ماحول بنایا جائے۔

چوتھے: افراد امت کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کر دی جائے کہ وہ ہر طرح کی اسلام دشمن قوتوں اور باطل طاقتوں کو ٹھکرا دیں اور ہر طرح کی برائیوں کے خلاف آواز اٹھائیں، اور جو لوگ غیبت کبریٰ میں ان ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہیں وہی امامؑ کی آمد کے لئے فضا قائم کرنے والے، ماحول سازی کرنے والے اور راہ ہموار کرنے والے ہیں شاید ہم اکثر روایات میں اس کلمہ یعنی (مُوَطِّئین) کا استعمال دیکھیں گے جس کے معنی ہیں

راہ ہموار کرنے والے تو (مُؤطِّئین ہموار کرنے والے) کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو امامؑ کے ظہور کی تیاری کر رہے ہیں عمل، تحریک عمل، آمادہ سازی، جفاکشی، کارکردگی مجاہدت اور ایثار و قربانی کے ذریعہ نیز اپنی تمام ترفکری، ذہنی، سیاسی، اجتماعی اور تبلیغی صلاحیتوں لیاقتوں، قوتوں اور استعدادوں کو بروئے کار لاکر امامؑ کے انقلاب کے کامیاب ہونے کے تمام مناسب تحفظات فراہم کرتے ہیں، میں یہاں پہ چاہتا ہوں کہ بعض ان روایات کو آپ کے سامنے پیش کروں جن میں (مُؤطِّئین) کا ذکر کیا گیا ہے:

(۱) جناب رسولؐ خدا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے

"یَخْرُجُ اُنَاسٌ مِّنَ الْمَشْرِقِ یُوطِّئُوْنَ لِلْاِمَامِ الْمَهْدِیُ عَلَیْهِ السَّلَامِ"

مشرق سے کچھ لوگ نکلیں گے جو امام مہدیؑ کی حکومت کے لئے راستہ ہموار کریں گے۔

(۲) ایک اور حدیث میں جناب رسالتمآبؐ ہی سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "یَخْرُجُ رَجُلٌ مِنَ الْمَشْرِقِ یُوَطِّئُ لِآلِ مُحَمَّد (اَوْ یُمَکِّنُ لِآلِ مُحَمَّد) وَجَبَ عَلیٰ کُلِّ مُومِنٍ نُصْرَتُهُ (اَوْ قَالَ اَجَابَتُه) " مشرق سے ایک آدمی خروج کرے گا جو آلِ محمدؐ کے لئے راہ ہموار

کرے گا یا موقع فراہم کرے گا تو ہر مومن پر واجب ہے کہ اسکی نصرت کرے یا فرمایا اسکی آواز پر لبیک کہے۔

(۳) تیسری حدیث میں جناب رسول خدا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ الْمَشْرِقِ مَعَهُمْ رَايَاتٌ سُوْدٌ يَطْلُبُوْنَ الْخَيْرَ فَلَا يُعْطَوْنَهُ فَيُقَاتِلُوْنَ فَيَنْتَصِرُوْنَ فَمَنْ اَدْرَكَ ذَالِكَ مِنْكُمْ فَلْيَاتِهِمْ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ.

"مشرق سے ایک گروہ نکلے گا جس کے ہمراہ کالے جھنڈے ہوں گے وہ لوگ خیر و نیکی طلب کریں گے لیکن انھیں وہ نہ ملے گی پس وہ لوگ جنگ کریں گے اور کامیاب ہوں گے تو تم میں سے جو ان لوگوں کو پائے ان کے ساتھ ہو جائے اگر چہ وہ برف پر رینگ رہے ہوں"۔

(۴) امام باقرؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: كَأَنِّيْ بِقَوْمٍ قَدْ خَرَجُوْا بِالْمَشْرِقِ يَطْلُبُوْنَ الْحَقَّ فَلَا يُعْطَوْنَهُ، ثُمَّ يَطْلُبُوْنَ الْحَقَّ فَلَا يُعْطَوْنَهُ، فَإِذَا رَأَوْا ذَالِكَ وَضَعُوْا سُيُوْفَهُمْ عَلَى عَوَاتِقِهِمْ فَيُعْطَوْنَ مَا سَأَلُوْا فَلَا يَقْبَلُوْنَهُ حَتَّى يَقُوْمُوْا، قَتْلَاهُمْ شُهَدَاءُ.

گویا میں کچھ لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو تحقیق مشرق سے نکلے ہیں وہ حق کو طلب کرتے ہیں تو انھیں حق نہیں ملتا پھر دوبارہ حق کو طلب کرتے ہیں اور

انھیں نہیں ملتا، پس جب یہ صورت حال دیکھیں گے تو وہ اپنی تلواریں اپنے کندھوں پر رکھ لیں گے اس وقت انکی طلب کردہ چیز انھیں دی جائے گی مگر وہ لوگ قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ حق وعدل کو قائم کریں گے اور ان میں جو قتل ہو جائیں گے وہ شہید ہونگے۔

(۵) امام ابوالحسن اول حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: "رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ قُمْ يَدْعُوا النَّاس اِلىٰ الْحَقّ يَجْتَمع مَعَهُ قَوْمٌ كَزُبَرِ الْحَدِيْد، لَا تَزِلُّهُمُ الرِّيَاحُ الْعَوَاصِفُ ولا يَمَلّون مِن الحَرْبِ، وَلَا يَجْبُنُوْن وَعَلىٰ اللّٰهِ يَتَوَكَّلُوْن وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْن".

حضرت ابوالحسنِ اوّل امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اہل قم میں سے ایک مرد لوگوں کو حق کی طرف دعوت دے گا اسکی دعوت پر ایک قوم جمع ہوگی جو فولاد کی چادر کے مانند ہوگی انکے قدموں کو آندھیاں اور تیز ہوائیں نہیں ہلا سکیں گی نیز وہ کبھی جنگ سے دل برداشتہ نہیں ہوں گے اور نہ ہی وہ بزدل ہوں گے، خدا پر توکل کریں گے، اور عاقبت تو متقین کے لئے ہے۔

نجات کے عناصر

اس سے پہلے کی گفتگو میں بیان کیا جاچکا ہے انسانی قافلہ کا ظلم وجور وذلت ورسوائی اور بربریت سے نجات پانا ہمارا ایمانی یقین ہے (یعنی ایک دن دنیا سے ظلم وجور ختم ہوگا اور عدل وانصاف قائم ہوگا جسکا بیان قرآن مجید میں بھی ہے اور جناب رسولؐ خدا وائمہ معصومینؑ کی احادیث میں بھی، خداوند عالم قرآن مجید کے سورۂ توبہ آیت: ۳۳ میں فرماتا ہے بتحقیق ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا ہے کہ اس زمین کے وارث ہمارے مخلص بندے ہوں گے۔

دوسری جگہ سورۂ قصص آیت: ۵ میں ارشاد ہوتا ہے: ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر رحم کریں جو زمین پر کمزور بنادیئے گئے اور انھیں پیشوا اور زمین کا وارث قرار دیں۔

پہلا عنصر

ایسے صالح اور کامل فکری نظام اور آیئڈیا لوجی (Idealogy) کا وجود جو معاشرہ میں اصلاحی انقلاب برپا کرنے کی صلاحیت وقدرت رکھتا ہو۔

جب ہم عصر حاضر کے فکری نظام کو دیکھتے ہیں تو بہت سارے نظریات نظر آتے

ہیں لیکن کسی ایک نظریہ میں بھی یہ صلاحیت نہیں پائی جاتی کہ وہ دنیا کو نجات اور انسانیت کو مظالم سے چھٹکارا دلا سکے۔

پہلا نظریہ: مارکسی (اشتراکی) نظریہ ہے اس نظریہ میں وہ قوت نہیں جو اتنا بڑا اصلاحی انقلاب برپا کر سکے، کیوں؟

۱: اس لئے کہ مارکسیت (کمیونزم) ایک ایسا نظریہ ہے جو فطرت بشریت کے خلاف ہے۔

۲: کمیونزم نظام نہ خالق کے وجود کا معترف ہے اور نہ ہی اخلاقیات وانسانی قدروں کو تسلیم کرتا ہے۔

۳: کمیونزم ایسا نظام ہے جسکی عمارت بے بنیاد اصولوں پر قائم ہے۔

۴: کمیونزم نظریہ، انسان کی فردی آزادی کو سلب کر لیتا ہے۔

۵: کمیونزم بہت سارے باہمی تضاد سے بھرا ہوا ہے۔

۶: کمیونزم کے چوٹی کے افراد کا برابر اس نظریہ کو چھوڑ کر پیچھے ہٹنا (اسکے ناقص ہونے کی دلیل ہے)

اور جو حضرات کمیونزم کے بارے میں تفصیلی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس کے اندر کس حد تک تضاد ہے اور کہاں تک باطل نظریات ہیں اور یہ نظام کن اصولوں پر قائم ہے تو انھیں اسلامی مفکر شہید سعید

السید محمد باقر الصدر (رضوان اللہ علیہ) کی کتاب فلسفتنا اور اقتصادنا کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

دوسرا نظریہ: سرمایہ دارنہ (سوشلزم) نظریہ ہے۔

یہ نظریہ بھی اپنی جگہ پہ عالم کو نجات اور بشریت کو رہائی دلانے کے لائق نہیں ہے۔

کیوں؟......اس لئے کہ سرمایہ داری کے زیر سایہ، حیات بشری بکھر کے رہ جاتی ہے، اس نظریہ کے تحت آزادی ہوتی ہے لیکن اسکا کوئی اصول اور ضابطہ نہیں ہوتا دولت وثروت کی حصولیابی ہوتی ہے لیکن یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ کس راستہ سے آرہی ہے اور سرمایہ داری خالص مادی نظریہ ہے جہاں اخلاق اور انسانی قدروں کو چکنا چور کردیا جاتا ہے، یہ سمجھ لیں کہ اس نظام سرمایہ داری میں اخلاق نام کی چیز کا سرے سے وجود ہی نہیں۔

اس نظام میں مادی معیاروں کی حکومت ہوتی ہے، ذاتی منفعت اسکا بلندترین مقصد ہوتا ہے، اور آزادی کو اپنی شخصی منفعت کی حصولیابی کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، سرمایہ داری کے زیر سایہ عصر حاضر کے بے شمار معاشرے سخت اقتصادی بحران سے دوچار ہیں۔

سرمایہ داری موجودہ دنیا کی بہتیری پریشانیوں اور الجھنوں کا سبب قرار

ایک ترتیب وحکمت خاص سے انجام دیا جائے تا کہ امت مسلمہ کو احکام اسلام سے آشنا کرایا جائے اس حیثیت سے کہ تربیت ایمانی ہواور طریقۂ کار ذمہ دارانہ ہوزمانۂ غیبت میں علماء کا کردار قیادت معصوم کی نیابت کا کردار ہے لہذا وہ بہت بڑی ذمہ داری کے متحمل ہیں اور وہ یہ کہ مؤمنین کو تیار کر کے امام زمانہؑ کی عظیم حکومت کے لئے ایک مضبوط پلیٹ فارم بنائیں چنانچہ ان تینوں ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور علماء کے دور کو ثمر بخش سمجھتے ہوئے۔ہم نے (جلیل القدر حجۃ الاسلام والمسلمین السید عبداللہ الغریفی حفظہ اللہ) کے وہ خطبے اور تقاریر جمع کئے ہیں جن میں آقای موصوف نے ان ذمہ داریوں کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے اور جنکو اسلام کے راستے پر کلمات نور شمار کرنا چاہیے۔

اس کام کو انجام دینے کے لئے اسقدر انہماک اس لئے ہوا کہ آقای موصوف نے جن مضامین ومفاہیم کو بیان کیا اور جن افکار ونظریات کا ذکر کیا وہ دور حاضر کی نسل کے لئے بہت ضروری ہیں، موجودہ نسل کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کی صاف وشفاف معرفت حاصل کرے، گویا آقای موصوف نے اس مسئلہ کو موضوع کے تحت، بامقصد عمیق مفہوم اور اصل نظریات کے اعتبار سے آسان الفاظ میں بیان فرمایا ہے تا کہ معرفت کے حصول میں بھر پور آسانیاں فراہم ہوں۔ہم اسکا بھی ذکر کردیں کہ یہ خطبے اور تقاریر امام زمانہ علیہ السلام کے

پاتی ہے۔ملاحظہ ہو(۱) کتاب ''اقتصادنا'' اور(۲) کتاب ''فلسفتنا''

(تألیف آیۃ اللہ شہید باقر الصدرؒ)

تیسرا نظریہ: تحریف شدہ ادیان (یعنی عیسائیت اور یہودیت)

یہ تحریف شدہ ادیان بھی عالم کونجات اور انسانیت کو چھٹکارا دلانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

کیوں؟..........اس لئے کہ :

(الف) یہودیت دنیا میں فتنوں اور آفتوں کا سر چشمہ ہے، ایسے اوہام وتخیلات سے معمور ہے جنکو عقل تسلیم نہیں کرتی انسانی قدروں اور اخلاقیات کی دشمن ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے رہنے کی منصوبہ ساز ہے۔دور حاضر کی یہودیت انسانی حقوق کے تیئں ظلم وزیادتی اور ہر طرح کے جرم وجنایت ، اور فسق وفجور کو ہوا دینے کی ذمہ دار ہے۔

(ب) مسیحیت (عیسائیت)

عصر حاضر کی استکباری طاقتوں کی آلۂ کار ہے قوموں کی حق تلفی کرنے،ان پہ ظلم وجفا کرنے اور انکی حرمت وعزت وشرافت کو تہس نہس کرنے کے لئے۔

☆ عیسائیت اب اپنی روحانی حیثیت کھو چکی ہے اور اس میں روحانیت

کا پہلو ختم ہو چکا ہے۔

☆ عیسائیت موجودہ معاشرے اور سوسائٹی میں غلط قدروں کو پروان چڑھا رہی ہے۔

آج کل ہم دنیا میں عیسائی راہبوں کی آوازیں سن رہے ہیں جو شادی کے علاوہ عورت و مرد کے درمیان جنسی تعلقات کے جواز کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اسکے علاوہ بہت سارے فسق وفجور جوان کے یہاں دیکھنے میں آتے ہیں۔

اسلام ہی وہ قانون اور نظام ہے جس میں ہر طرح کی صلاحیت واہلیت پائی جاتی ہے۔ عالم انسانیت کو اسلام کے سایہ کے علاوہ کہیں پناہ نہیں مل سکتی اور اسلام ہی ایسا واحد صالح قانون اور نظام ہے جس میں بشریت کو نجات اور دنیا کو چھٹکارا دلانے کی صلاحیت پائی جاتی ہے اور انسانی کارواں کو فکری، سیاسی، اقتصادی، اجتماعی اور اخلاقی بحرانوں سے باہر نکالنے کی بھرپور توانائی پائی جاتی ہے۔

کیوں ....؟ اس لئے کہ:

۱۔ اسلام الٰہی قانون ہے، یہ انسانوں کی ناقص اور قاصر عقلوں کا بنایا ہوا قانون نہیں جو مختلف قسم کی، ناکامی، انانیت اور ناعاقبت اندیشی کی اسیر رہتی ہیں۔

۲۔ اسلام ایک مکمل اور جامع قانون ہے۔

۳۔ اسلام واقعیت پر مبنی قانون ہے۔

۴۔ اسلام اخلاقی قانون ہے۔

۵۔ اسلام ایک ایسا نرم اور لچکدار قانون ہے جو تمام انسانی توقعات اور تغیرات کا احاطہ کرنے پر قادر ہے اور اس قانون میں وہ استنباطی قواعد بھی موجود ہیں جو تمام انسانی ضرورتوں کو پورا کر سکتے ہیں اور یہ قانون ان تمام اعتراضات کا جواب دے سکتا ہے جو عقل بشری اور حیات انسانی کو در پیش ہوتے رہتے ہیں۔

دوسرا عنصر (سبب)

ایسی قیادت کا وجود جس میں ہر طرح کی صلاحیت اور اعلیٰ درجے کی اہلیّت ہو جس سے وہ دنیا کو نجات دلا سکے۔ دور حاضر میں جتنی قیادتیں بنائی گئی ہیں اور جنہیں موجودہ نظریات نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے جیسے کمیونزم کی قیادت، سوشلزم کی قیادت، وجودی قیادت (یہ نظریہ فلسفی نظریہ ہے جسے وجودی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے)، عیسائی قیادت اور یہودی قیادت وغیرہ ان تمام قیادتوں کو ناکام تسلیم کیا جاتا ہے اور ان میں دنیائے انسانیت کو نجات دلانے کی صلاحیت اور اہلیّت نہیں پائی جاتی۔

تو جب یہ نظریئے نا اہل نظریئے ہیں تو ان نظریوں کے زیر سایہ جو

قیادتیں وجود میں آئیں گی وہ بھی ناصالح اور نااہل قرار پائیں گی اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ موجودہ دنیا کو انحطاط اور پستی سے نجات دلانا:

مارکسی اور اشتراکی قیادت کے زیر سایہ،

سرمایہ دارانہ (سوشلزم) قیادت کے زیر سایہ،

لامذہبی قیادت کے زیر سایہ،

یہودی قیادت کے زیر سایہ،

اور عیسائی قیادت کے زیر سایہ ممکن نہیں۔

صالح اور اہل، قیادت

ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا قانون اور نظام ہے جو ساری دنیا کو ظلم و جور سے نجات دے سکتا ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ صالح اور بے مثال قیادت بھی اسلام ہی کے قالب میں ڈھلی ہونی چاہیے، تو اس قیادت میں کن کن بنیادی چیزوں کا ہونا ضروری ہے؟

ان ضروری و بنیادی امور کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ اس قیادت کے حوالے کون سی اہم ذمہ داری کی گئی ہے؟

تو معلوم ہو کہ اس قیادت کی اہم اور عظیم ذمہ داری یہ ہے کہ ساری دنیا کو فکری، سیاسی، اجتماعی، اقتصادی اور فوجی اعتبار سے نجات دلائے۔ اسکی

دوسری بڑی ذمہ داری اسلامی حکومت کا قیام اور ہر اس نظام حکومت کو معدوم کرنا ہے جو اسلام کے خلاف ہے، وہ عالمی حکومت جس کا انتظار ہو رہا ہے اسکے اوصاف وخصوصیات حسب ذیل ہوں گے:

الف : وہ حکومت عالمی ہوگی: ہماری مراد عالمی حکومت سے یہ ہے کہ اسلام کا صحیح عقیدہ پوری دنیا پر حاکم ہوگا۔ اور اسلام کا سیاسی اقتدار بھی ساری دنیا پہ حاوی ہوگا۔

ب : واقعی معنیٰ میں اسلام کو جامۂ عمل پہنایا جائے گا۔

ج : عدل وانصاف وامن سلامتی اور آسودگی کا پوری دنیا میں بول بالا ہوگا۔

د : علم اور ثقافت کے نور سے ساری دنیا منور ہو جائے گی۔

اسلامی قیادت کی عظیم اور اہم ذمہ داری کو بیان کرنے کے بعد ہم یہ بات بیان کر سکتے ہیں کہ اس صالح قیادت کو کن اہم صفات سے متصف ہونا ضروری ہے:

۱۔ پہلے یہ کہ وہ قیادت معصوم قیادت ہو۔

۲۔ دوسرے یہ کہ وہ قیادت عالمی قیادت ہو۔

۳۔ وہ قیادت ایسی ہو جو اسلام کے تمام پہلوؤں کا پوری طرح احاطہ کئے ہوئے ہو۔

امام مُنتظر علیہ السلام ہی اسلامی قیادت ورہبری کے اہل ہیں!!

اسلامی نظریہ کے اعتبار سے امام مہدیؑ ہی عظیم اسلامی قیادت کے حقیقی اہل ہیں، وہی بارہویں امامؑ ہیں اور وہی بنی نوع انسانی کو ظلم و جور سے نجات دلاسکتے ہیں اور پوری بشریت کو جو چھٹکارا پانے کی امید لگائے بیٹھی ہے چھٹکارا دلانے والے ہیں یہی بات رسول اکرمؐ کی متواتر احادیث میں بتائی گئی ہے اور مسلمانوں کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔

اور ہم نے اس سے پہلے کی بحثوں میں ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو امام مُنتظرؑ کی حیات، بقاء اور طول عمر کے سلسلہ میں کئے گئے تھے اور ہم نے وہاں یہ ثابت کیا تھا کہ امام مہدیؑ کی ولادت کا اعتقاد نیز اب تک آنحضرتؑ کے زندہ وباقی رہنے کا مسئلہ شیعوں سے مخصوص نہیں بلکہ برادران اہلسنت کے بہت سارے علماء بھی اس خیال سے متفق ہیں اور جن کے اسماء کا بھی ہم نے ذکر کیا تھا۔

تیسرا عنصر: عظیم اصلاحی تحریک

عالم انسانیت کو نجات دینے کا عمل صرف معجزانہ انداز میں نہیں ہوگا بلکہ ان قوانینِ فطرت کے اعتبار سے ہوگا جو کائنات میں موجود ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس عظیم انقلاب اور تحریک امامؑ کی تائید ونصرت میں اعجاز الٰہی کا عمل دخیل نہیں ہوگا بلکہ قوانین فطرت کے ساتھ ساتھ الٰہی اعجاز بھی کارفرما ہوگا۔اس عظیم انقلاب کے کیا شرائط ہیں؟ اس عظیم انقلاب کے برپا ہونے کے لئے بعض شرطوں کا پورا ہونا ضروری ہے۔

پہلی شرط : بنیادی اسباب وحالات

بنیادی اسباب سے ہماری مراد یہ ہے کہ دنیائے انسانیّت فساد وانحراف میں اس درجہ پہ پہونچ جائے کہ پھر خود ہی عظیم اصلاحی تحریک کی ضرورت محسوس ہونے لگے۔

اسکا یہ مطلب نہیں کہ انسانی معاشرہ کا فساد وفتنہ سے بھر جانا اس عظیم اصلاحی تحریک کے اسباب وعوامل میں سے ایک ہے، نہیں بلکہ یہ تو بنیادی (موضوعی) اسباب وحالات ہیں، جو کہ اس عظیم انقلاب کی کامیابی کے وجوہات عقیدہ، اصول اور ایمان سے جُوے ہوئے ہیں اور وہ روایات جن میں ظہ امامؑ کو ظلم وجور کے عام ہونے اور انحراف وفساد وفتنہ کے پھیلنے سے

وابستہ قرار دیا گیا ہے، وہ انھیں اسباب وحالات کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور بہت سے ایسے افراد بھی ہیں جوان روایات کو صحیح طریقہ سے سمجھنے کی قدرت نہیں رکھتے وہ ایک شبہہ میں مبتلا ہو گئے یعنی وہ یہ تصور کر بیٹھے کہ امامؑ کے ظہور کے لئے فساد وفتنہ کا عام ہونا بنیادی علت ہے لہذا ضروری ہے کہ اس علت کو مہیا کیا جائے تا کہ امامؑ کے ظہور میں تعجیل ہو۔

ہم مفہوم انتظار سے متعلق غلط نظریات وتصورات کے عنوان کے تحت اس نقطہ پہ بحث کر چکے ہیں اور اسکی خامیوں کو بھی تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

دوسری شرط : اس عظیم انقلاب کی کامیابی کے لئے حالات کا سازگار ہونا

حالات کے سازگار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ:

۱۔ ظہور امامؑ سے پہلے کے جتنے نظام، سسٹم اور نظریات ہیں وہ ناکام قرار پا جائیں، دنیائے بشریت اب تک جن تجربات سے گذری ہے وہ اس بات کے شاہد ہیں کہ وہ تمام سسٹم اور نظریات جو عرصۂ دراز تک انسانوں پہ حاکم رہے ہیں وہ ناکام رہے ہیں، اور یہ ایک واضح حقیقت ہے جسکو انسانی ذہنوں نے سمجھ لیا ہے یہ مفکران عالم کی عالمی کانفرنسیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ پورے انسانی اور عالمی معاشرہ کو موجودہ بحران اور تباہی و بربادی سے بچانے کی سخت ضرورت

ہے جو نہایت خطرناک اور خوفناک طریقے سے بشریت کو چیلنج کر رہے ہیں۔

۲۔ عالم بشریت کو اس بات کا احساس ہو جائے کہ وہ سسٹم اور نظریات جو اب تک انسانی معاشرہ میں رائج رہے ہیں، تلخ تجربات کی رو سے نامرادی اور مایوسی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

۳۔ دنیا میں جتنی حکومتیں اپنا سیاسی اقتدار اور اثر ورسوخ بنائے ہوئے ہیں وہ اتنی کمزور اور مضمحل ہو جائیں کہ وہ انقلاب حضرت امام منتظرؑ کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ دور حاضر کے اکثر سائنسدانوں، روشنفکروں اور فوجی سربراہوں کا کہنا ہے کہ دنیائے بشریت ایسے دور سے گذر رہی ہے جس میں تیسری عالمی جنگ کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔

چنانچہ اس تباہ کن عالمی جنگ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جتنے اسلحے اور جنگی ساز وسامان ہیں بہت حد تک وہ اپنا کام کرنا بند کر دیں گے اور سیاسی اور فوجی سسٹم اتنے کمزور اور مضمحل ہو جائیں گے کہ جسکو ہر انسان محسوس کرے گا۔ اس حقیقت کی طرف جناب رسالتمآبؐ اور ائمہ معصومینؑ کی بعض روایات میں اشارہ موجود ہے۔ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَا یَکُوْنُ ھٰذَا الْاَمْرُ حَتّٰی یَذْھَبَ ثُلُثَا النَّاسِ.

"یہ امر (ظہور امامؑ) اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک دو تہائی

لوگ ختم نہ ہو جائیں''۔

تیسری شرط :

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ساتھ انقلاب میں حصہ لینے والے صالح اور متحرک گروہوں کا تیار ہونا، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں انصار امامؑ کہا گیا ہے۔

انصار امامؑ تین درجات کے ہیں!

﴿پہلے درجے کے انصار﴾

قیادت والا گروہ ہوگا (جیسے اصحاب رایات یعنی پرچم والے کہا گیا ہے) شاید یہی وہ ہیں جن کی تعداد روایات میں ۳۱۳ (تین سو تیرہ) بیان کی گئی ہے۔

﴿دوسرے درجے کے انصار﴾ (جنگ کرنے والے سپاہی ہونگے)

اور شاید یہی وہ لوگ ہیں جن کی تعداد روایات میں دس ہزار بتائی گئی ہے۔

﴿تیسرے درجے کے انصار﴾

وہ لوگ ہونگے جو امامؑ کی تحریک انقلاب کے مرکزی پشت پناہ ہوں گے، یہ وہ لوگ ہونگے جو امامؑ کے ظہور کی راہ ہموار کریں گے جسکی طرف بہت ساری حدیثوں میں اشارہ ملتا ہے۔" يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ

مسئلہ کی خاص مناسبت سے بیان کئے گئے ہیں جنھیں جمع کیا گیا ہے۔

یہ تقاریر چونکہ عام مجمع میں کی گئی تھیں اس لئے آپ ان میں خطابت کا انداز محسوس کریں گے، ان میں آسان اور مطلب کو جلد پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور آقای موصوف نے ان تقاریر پر نظر ثانی بھی فرمائی ہے جہاں بعض کمی بیشی کی ضرورت محسوس کی وہاں بہت ہی اختصار کے ساتھ اضافہ فرماتے ہوئے مضامین کو اپنی اصلی حالت میں رکھ دیا نیز انداز گفتگو میں تبدیلی نہیں فرمائی ہے ہم اس کتاب کو قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہوئے یہ دعا کرتے ہیں کہ بارالہا تو قادر مطلق اور ہر شئی سے بلند و بالا ہے اسلام و مسلمان کی نصرت کر اور ان کی عزت و سربلندی میں اضافہ فرما اور ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم علماء سے پوری طرح کسب فیض کریں اور ان کی سیرت حسنہ پر گامزن رہیں بے شک تو بہترین ولی اور بہترین مددگار ہے۔

(مکتبة الهداية الاسلامية دُوبئی)

يُوَطِّئُوْنَ لِلْمَهْدِىْ ".

(مشرق سے کچھ لوگ اٹھیں گے جو امام مہدیؑ کے لئے راستہ ہموار کریں گے)

" تَخْرُجُ مِنْ الْمَشْرِقِ رَايَاتٌ سُوْدٌ تُقَاتِلُ رَجُلاً مِنْ وُلْدِأَبِىْ سُفْيَان وَيُؤَدُّوْنَ الطَّاعَةَ لِلْمَهْدِىْ "

(مشرق سے سیاہ پرچم نمودار ہوں گے جو ابواسفیان کی اولاد میں سے ایک شخص کے خلاف جنگ کریں۔ اور امام مہدیؑ کے مطیع وفرنبردار ہوں گے)

امام منتظرؑ کے انصار کے کیا صفات ہیں؟

اُن روایات کے ذیل میں جن میں امامؑ کے اصحاب کے اوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

انکے لئے درج ذیل صفات بیان کئے جا سکتے ہیں:

۱۔ وہ صالح، فقیہ اور نجیب (شریف النسب) ہوں گے۔

۲۔ شہادت کے مشتاق ہوں گے اور خدا کی راہ میں قتل ہونے کی تمنا رکھتے ہوں گے۔

۳۔ ایسے ہوں گے کہ گویا ان کے دل فولاد کے ٹکڑے ہوں گے وہ خدا کی ذات میں کبھی شک نہیں کریں گے۔

۴۔ ایسے مردان خدا ہوں گے جو رات میں نہیں سوتے ہونگے راتوں میں انکی نمازوں کی آوازیں شہد کی مکھیوں جیسی ہونگی۔

۵۔ رات میں خوف الٰہی سے لرزہ براندام اور دن میں مانند

شیر نر ہوں گے۔

۶۔ امام قائمؑ کے اصحاب سب جوان ہوں گے ان میں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا مگر آنکھ میں سرمہ کے بقدر۔

۷۔ رکن اور مقام کے درمیان جو افراد امامؑ کی بیعت کریں گے ان کی تعداد ۳۱۳ ہوگی یہ سب کے سب نیک اور برگزیدہ ہوں گے، نیز سب کے سب جوان ہوں گے کوئی بوڑھا نہیں ہوگا۔

امام علیہ السلام سے ان کے اصحاب کس طرح ملحق ہوں گے:

اس سلسلہ میں دو نظریئے ہیں:

پہلا نظریہ

وہ لوگ اعجازی شان سے مکہ مکرمہ پہونچیں گے اور امامؑ سے جا ملیں گے چنانچہ اصحاب امامؑ کے امامؑ سے ملحق ہونے کی کیفیت کے سلسلہ میں وارد شدہ روایات اسی بات کو بیان کرتی ہیں اور اس نظریہ کے قائل افراد اپنی بات کی تائید میں روایات کے درج ذیل فقرات کا سہارا لیتے ہیں۔ "یَجْتَمِعُوْنَ فِیْ سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ" وہ ایک ہی وقت میں سب کے سب اکٹھا ہوجائیں گے، تُطْوٰی

لَهُمُ الأَرْضُ طَيّاً ان کے لئے طی الارض ہوگا (اور وہ سب کے سب بیک وقت امامؑ سے ملحق ہوں گے) یعنی ان کے لئے زمین لپیٹ دی جائے گی اور معجزہ کے طور پر مسافت سمٹ جائے گی۔

"یَسِیْرُوْنَ فِیْ السَّحَابِ نَهَاراً"

دن میں بادلوں پر چلیں گے (اور امامؑ سے جاملیں گے)

"یُفْقَدُوْنَ مِنْ فُرُشِهِمْ فَیُصْبِحُوْنَ فِیْ مَکّة"

وہ لوگ اپنے بستر سے ناپید ہو جائیں گے اور صبح کے وقت سب کے سب مکہ میں ہوں گے۔

دوسرا نظریہ

وہ عام طریقہ سے سفر کر کے مکۂ مکرمہ پہونچیں گے چنانچہ بعض روایات میں یہ ذکر ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں امام مہدیؑ کے نام کی منادی کرائی جائے گی اور دس محرم کو امامؑ کا ظہور ہوگا بنا بر این حج کا موسم بہترین موقعہ ہوگا جس میں امامؑ کے انصار مکۂ مکرمہ میں جمع ہونگے۔

اس نظریہ کی روشنی میں پہلے نظریہ کی مؤید روایات کی تشریح اس طرح بیان کی جاسکتی ہے کہ اصحاب امامؑ سفر کے لئے جدید وسائل سفر کا استعمال کریں گے اور مکۂ مکرمہ جا پہونچیں ۔

خداوند رحمان ورحیم ہمیں امام زمانہ عجّل اللہ فرجہ الشریف کے اعوان وانصار اور مدافعین میں قرار دے اور آنحضرت کے رکاب میں شہادت کے جام سے سیراب ہونے کی توفیق وسعادت نصیب کرے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ أَوَّلاً وَآخِراً

اَللّٰهُمَّ اَرِنِیَ الطَّلْعَةَ الرَّشِیْدَةَ وَالْغُرَّةَ الْحَمِیْدَةَ

معبود! مجھے حضرت (مہدی ع) کا رخ زیبا
اور ان کی پیشانی درخشاں کا دیدار کرا دے
(دعائے عہد)

AL-MUAMMAL CULTURAL FOUNDATION
NOORUDDINPURA NEAR NEW SABZI MANDI
GHAZIPUR CITY (U.P)233001
PH:0548-2220402, www.almuammal.org
E-mail:al_muammal@india.com

حضرت امام عصر حجت ابن الحسن علیہ السلام سے متعلق کچھ باتیں

حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں نظریات:

حضرت امام زمانہ کا تذکرہ کرنا اور ان کے بارے میں کچھ بیان کرنا کسی تاریخی واقعہ کا بیان نہیں ہے بلکہ یہ تذکرہ اسلامی مسائل میں سے ایک اہم ترین مسئلہ کا تذکرہ ہے اور یہ مسئلہ امت مسلمہ کے حقیقی وجود و بقا کا ضامن بھی ہے اس سے بہت سے مسائل فکری ثقافتی وسیاسی حل کئے جاسکتے ہیں اور اس مسئلہ کے متعلق تاریخ میں بہت سے مواقف اور نظریات ملتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے بعض نظریات کو قارئین کرام کی نگاہ بصیرت کی نذر کروں۔

پہلا نظریہ:

بعض لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ مسئلہ امام منتظر غلط اور بے بنیاد ہے اسکی کوئی اسلامی حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ اعتقاد جعلی اور خود ساختہ ہے جسکو اسلامی مفاہیم کی شکل دے دی گئی ہے، اس طرح اس مسئلہ کا انکار کیا جاتا ہے اور اسے

غلط ثابت کرنے کی بے معنی کوشش کی جاتی ہے ہم اس نظریہ کو باطل قرار دینے میں طولانی بحث نہیں کریں گے کیونکہ یہ نظریہ بحث ومباحثہ کے قابل نہیں ہے اور نہ ہی صاحبان نظریہ کے پاس اسکی کوئی علمی دلیل ہے، اور اسے باطل قرار دینے کے لئے علماء اسلام اور سنی، شیعہ مصنفین ومولفین کی بے شمار کتابیں ہی کافی ہیں جو انھوں نے اس موضوع کے تحت تحریر کی ہیں اور جو اسلامی لائبریریوں میں بھری پڑی ہیں۔ان میں سے بعض زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور بعض مخطوط شکل میں ہیں جو اس مسئلہ کو درست اور اسلامی مسئلہ ثابت کرتی ہیں اور ہم دوسرے مقام پر ان کتابوں اور تحریروں کی فہرست بیان کریں گے جو موضوع بالا سے تعلق رکھتی ہیں جو لوگ امام زمانہ علیہ السلام کے نظریہ اور عقیدہ کو مٹا دینے کی ناکام کوششیں کرتے ہیں۔ اسکو خرافاتی اور وہمی تصور کرانا چاہتے ہیں یا اسے صرف شیعی نظریہ کہہ کر بے بنیاد بتانا چاہتے ہیں انکے نظریہ کی تردید اس بناء پر کی جاسکتی ہے کہ انکے پاس نہ تو علمی اور تاریخی شواہد ہیں اور نہ ہی موضوعی دلائل، ہم مکمل یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس عقیدے کے خلاف آواز اٹھانے اور اسکی نفی کرنے کی ناکام کوشش سیاسی اور مذہبی چال کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

پس عقیدۂ امام زمانہؑ ایک عظیم تاریخی حقیقت لئے ہوئے ہے جسکی سطح بہت گہری ہے اور سیاسی اعتبار سے بھی ان حاکمان وقت کے لئے بہت

خطرناک ثابت ہوا ہے اسی لئے انھوں نے اس عقیدہ کو ختم کرنے اور اسلامی مسائل سے اسے حذف کرنے کی کوشش کی نیز ابھی تک اس عقیدہ کو امت مسلمہ کے اذہان سے نکال دینے کی ناکام کوششیں جاری وساری ہیں۔ اس کے علاوہ اس قضیہ کا مذہبی رخ بھی باعث بنا کہ بہت سے لوگ اس عقیدہ کی مخالفت اور اسکا انکار کریں اس لئے کہ یہ عقیدہ اپنے دامن میں اتنی ٹھوس اور مستحکم دلیلیں رکھتا ہے کہ ان کے مذہب ومسلک کے اصول کے خلاف ہے اور مذہبی اعتبار سے نیز فکری اور عقائدی عنوان سے ان کے بہت سے مسلمات کو ختم کر دیتا ہے جو اسلام میں امامت وخلافت اور رہبری کے مسئلہ تک پہونچتا ہے۔ ہم عنقریب ان تمام موضوعات پر تفصیلی گفتگو کریں گے (انشاءاللہ)

دوسرا نظریہ :

یہ ان لوگوں کا نظریہ ہے جو اس عقیدے کی شکل وصورت بگاڑ کر اس کے اصلی خدوخال میں تحریف کرنا چاہتے ہیں اور اس عقیدے کی واقعی وحقیقی حقیقت ختم کر دینے کے درپے ہے۔

اس نظریہ کا تناظر کیا ہے؟

اس نظریہ کے تابع لوگوں نے جب اپنے سامنے احادیث ونصوص کا انبار لگا ہوا دیکھا جسکا تاریخی شواہد اور علمی حقائق کی بناء پر انکار ممکن نہیں تھا

توان لوگوں نے سیاسی چال چلتے ہوئے اصلاً امام زمانہؑ کے عقیدہ سے انکار نہیں کیا بلکہ اسکا ظاہری اقرار کرنے کے بعد اسکو بدلنے کی کوشش میں لگ گئے۔ تا کہ اصلی وجود ثابت کرنے کے بعد یہ عقیدہ انکے افکار وعقائد سے نہ ٹکرائے، پس یہ لوگ امام منتظر علیہ السلام کے عقیدہ کو تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اسلامی حقیقت ہے اسکا نہ انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ٹھکرایا جا سکتا ہے اس لئے کہ اس کے بارے میں بہت ساری متواتر احادیث ہیں اور مختلف مصادر حدیث میں مسلمانوں کے نزدیک ثابت و مدوّن ہیں، تو اتنی ساری متواتر احادیث کے سامنے اس انسان کے لئے جو کہ تھوڑی بہت پاک دلی اور انصاف رکھتا ہو اس نظریہ کا انکار ممکن نہیں ہے اور جو ذرہ برابر بھی خوف خدا رکھتا ہوگا اس کے لئے ممکن نہیں ہے کہ اس اسلامی حقیقت کا انکار کرے جو کہ لب لباب رسالت ہے۔

اور یہیں سے دوسرا نظریہ سامنے آیا یا یوں کہوں کہ امت مسلمہ کے اندر پیدا ہوا وہی نظریہ جو امام منتظرؑ کے اپنے حقیقی معنی اور ہدف سے دور کرنے کی ناکام سعی اس وجہ سے کر رہا ہے تا کہ دونوں مقصد (ایک مسئلہ کا خالص اور اسلامی حقیقت کا حامل ہونا اور دوسرے مذہبی تعصب اور کج روی کی بنیادوں پہ استوار ہونا) کو ملایا جائے ہم یہاں پہ سرسری نظر سے اس نظریہ کی ناکام کوششوں کی کچھ مثال پیش کرتے ہیں۔

پہلی مثال: امام مہدیؑ کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے بعض احادیث میں دھوکہ دینے کے لئے زیادتی کی گئی۔ مثلاً تواتر کے ساتھ رسول خدا سے یہ حدیث وارد ہے،، اَلْمَهْدِيُّ اِسْمُهُ اِسْمِيْ وَكُنِيَتُهُ كُنْيَتِيْ " ترجمہ : مہدی اسکا نام میرا نام اور اسکی کنیت میری کنیت ہوگی یہاں وہ ہاتھ جو دھوکہ دینا اور ردوبدل کرنا چاہتے تھے اس حدیث شریف کی طرف دراز ہوئے اور ایک جملہ کا اضافہ کر دیا وہ یہ کہ (وَاسْمُ اَبِيهِ اِسْمُ اَبِي) یعنی اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا، یہ جملہ صحیح اور متواتر احادیث میں وارد نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی طرف سے بڑھایا گیا ہے جو اس حقیقت کو حقیقی مصداق سے ہٹا کر دوسروں کی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں۔ انکی یہ کوشش تھی کہ بارہویں امام کے علاوہ دوسروں کو شامل حدیث کیا جاسکے اور حقیقی مسئلہ اور واقعی مصداق کی پہچان نہ ہوسکے۔

دوسری مثال: یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ امام منتظرؑ حضرت امام حسن ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی نسل سے ہیں نہ کہ امام حسینؑ کی نسل سے، یہ بھی اس عقیدہ کی اصلی صورت بگاڑنے اور اصلی عقیدہ میں شک پیدا کرنے کا ایک طریقہ ہے یہ ناکام کوشش بھی کسی دلیل کے بغیر کی جارہی ہے۔ کیونکہ جتنی متواتر احادیث ہیں ان سب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ امام مہدیؑ امام حسین علیہ السلام کی نسل میں

ہوں گے، ہم مناسب مقام پر اس بحث کی تفصیل پیش کریں گے ویسے اس بیہودہ اور غلط نظریہ کو باطل قرار دینے کے لئے عالم جلیل لطف اللہ صافی حفظہ اللہ کی کتاب "منتخب الأثر فی الامام الثانی عشر" کافی ہے۔

تیسری مثال: بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ امام مہدیؑ اس شخصیت کا نام ہے جو کہ آخری زمانہ میں پیدا ہوگی اور وہی بارہویں امام نہیں ہوں گے ان لوگوں کے پاس کوئی ٹھوس دلیل نہیں جو اس نظریہ کو تقویت پہونچا سکے بلکہ یہ غلط تخمینے اور اندازے ہیں جنکی کوئی دلیل نہیں ہے جن روایات میں امام مہدیؑ کا ذکر کیا گیا ہے وہ روز روشن کی طرح واضح ہیں کہ امام مہدیؑ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی آخری کڑی ہیں یعنی بارہویں امام ہیں اور یہ بارہ ائمہ علیہم السلام وہ ہیں جنکی تاریخی حقیقت موجود ہے اور جسکو مورخین اور اصحاب قلم حضرات نے قلمبند کیا ہے۔ چاہے مورخ سنّی مسلک سے تعلق رکھتا ہو یا شیعہ مسلک سے، وہ بعض سنّی مصادر حدیث جن میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس حقیقت کو تاکید سے بیان کیا گیا ہے پیش خدمت ہیں۔

۱. صحیح بخاری (چوتھا جزء کتاب الاحکام) صفحہ ۱۷۵ طبع مصر سنہ ۱۳۵۵ھ

۲. صحیح مسلم (کتاب الامارۃ) جلد ۲ ص ۱۹۱ طبع مصر سال نشر ۱۳۴۸ھ

۳. سنن ابی داؤد (کتاب المهدی) جلد۲ ص۲۰۷ طبع مصر المطبعة النازیه

۴. صحیح الترمذی (باب ما جاء فی الخلفاء) جلد۲ ص۴۵ طبع دہلی سال ۱۳۴۲ھ

۵. مسند احمد ابن حنبل (جلد۵ طبع مصر المطبعة الیمینة سال اشاعت ۱۳۱۳ھ، صفحہ: ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، سے ۱۰۸ تک

۶. المستدرک علی الصحیحین(کتاب معرفة الصحابة) جلد۳ صفحہ ۶۱۷، ۶۱۸، طبع حیدر آباد دکن سال اشاعت ۱۳۳۴ھ

۷. تیسیر الوصول الی جامع الأصول کتاب الخلافة والأمارة) جلد۲، باب ۱، فصل ۱، صفحہ ۳۴ طبع مصر سال اشاعت ۱۳۴۶ھ المطبعة السلفیّة

۸. تاریخ بغداد (جلد۱۴، صفحہ ۳۵۳ حدیث نمبر ۷۶۷۳)

۹. ینا بیع المودة (صفحہ ۴۴۵ مطبع اسلامبول)

اس کے علاوہ ہمارے یہاں بہت ساری متواتر احادیث موجود ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت امام منتظرؑ بارہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام میں سے بارہویں امام ہیں۔

جناب رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے

ہیں :

''اِنَّ خُلَفَائی وَاَوْصیائِي وَحُجَجُ اللّٰهِ عَلیٰ الخَلْقِ بَعْدِی الاِثنَاعَشر اَوَّلُهُم اَخِی وَآخِرُهُم وَلَدِی'' (بے شک میرے بعد میرے جانشین اور خلفاء اور تمام لوگوں پر خداوند عالم کی حجتیں بارہ ہیں ان میں کا پہلا میرا بھائی اور آخری میرا بیٹا ہے)

جناب رسول خدا سے پوچھا گیا کہ آپ کے بھائی کون ہیں؟ آنحضرت نے جواب دیا علی ابن ابی طالبؑ، پھر پوچھا گیا آپ کے بیٹے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا، مہدیؑ جو اس زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی، اس پاک ذات کی قسم جس نے مجھے بر حق بشیر بنا کر بھیجا، اگر دنیا میں سے صرف ایک دن باقی ہوگا تو وہ اس دن کو طولانی بنا دے گا یہاں تک کہ اس میں میرا بیٹا مہدیؑ ظہور کرے گا حضرت روح اللہ عیسیٰ ابن مریم آسمان سے زمین پر نازل ہونگے اور میرے بیٹے کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور یہ زمین خدا کے نور سے چمک اُٹھے گی اور اسکی سلطنت وحکومت مشرق سے مغرب تک ہوگی اس حدیث کو حموینی نے اپنی کتاب فرائد السمطین میں نقل کیا ہے۔

حضرت امام مہدیؑ علیہ السلام کی ولادت پر ایمان رکھنا صرف شیعوں کا عقیدہ نہیں ہے بلکہ اس میں بہت سارے علماء اہل سنت بھی شریک ہیں جن کا یہ

کہنا ہے کہ امام منتظرؑ کی ولادت ہو چکی ہے، انشاء اللہ ہم عنقریب ان علماء اہلسنت کے اسماء گرامی اور انکی وہ تصنیفات جن میں انھوں نے امامؑ کی ولادت کا ذکر کیا ہے بیان کریں گے اور انہوں نے اپنی تصنیفات میں تاکید سے بیان کیا ہے کہ امام مہدیؑ ائمہ اہلبیت علیہم السلام میں بارہویں امام ہیں ہم دوسرے نظریہ کی مذکورہ بالا چند مثالوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں جو عقیدۂ مہدیؑ میں تحریف کی کوششوں کو اجاگر کرتی ہیں اور یہی دوسرے نظریہ کا مقصد بھی ہے اور یہ وہ نظریہ ہے جو کہ پہلے نظریہ سے بہت ملتا جلتا ہے امام مہدیؑ کی حقیقت کو بالکل چھوٹے دائرے میں پیش کرتا ہے۔ چاہے اسکو انکار کر کے یا پھر اسکی اصلی حقیقت کو ختم کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے۔

تیسرا (نظریہ) رخ :

اس نظریہ کی یہ کوشش ہے کہ عقیدۂ مہدویت کو اس کے اصلی معنی و مفہوم سے خالی اور اسے اس کے مثبت اور مفید پہلوؤں سے الگ کر دیا جائے۔ یہ نظریہ عقیدۂ مہدویت کو باطل اور بے بنیاد قرار نہیں دیتا بلکہ اسکی کوشش یہ ہے کہ اس عقیدے کو ایسا رخ دے دیا جائے جس میں نہ گہرائی ہو نہ جامعیت ہو اور نہ ہی ادراک و شعور سے اسکا کوئی لگاؤ، یہ وہ عمل ہے جس کے ذریعہ امام مہدیؑ کے عقیدے کو عمق، جامعیت اور فکر و ادراک کے ساتھ اسکی وابستگی سے

خالی کر کے پیش کیا جا رہا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ عقیدۂ مہدویت اپنے بلند معنی ومفہوم، اپنے اصلی خدوخال اور اپنے اہم دلائل سے محروم ہوکر رہ جائے گا۔

کس طرح یہ عمل انجام پایا؟

اُمت اسلامیہ کی تاریخی رفتار کے ساتھ ہمارے اندر حضرت امام منتظرؑ کے نظریہ کا غلط مفہوم پیدا ہو گیا وہ کچھ اس طرح سے کہ ہمارا زمانہ زمانہ غیبت امام علیہ السلام ہے اس زمانہ میں ہمارے اوپر صرف امام کا انتظار واجب ہے لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ تبلیغی امور کی انجام دہی چھوڑ دیں خواہ وہ اسلامی حکومت کے قیام کے لئے تحریک چلانے کی سطح پر ہو، یا منحرف سیاسی جماعتوں سے مقابلہ کرنے کی سطح پر ہو یا پھر امت اسلامیہ کے اندر فکری، سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی ڈھانچوں میں بنیادی تبدیلی پیدا کرنے کی سطح پر ہو تو اس طرح سے امام منتظرؑ کا عقیدہ اس نظریہ کے فہم وادراک کے حوالے سے ایسے حالات وکیفیات میں بدل گیا۔ جہاں جمود ہے، تعطّل ہے، دوسروں کے سامنے خود سپردگی ہے، سرتسلیم کا خم کرنا ہے، غلط طریقے سے ساز باز کرنا ہے، نیز اپنے جائز حقوق سے دستبردار ہونا ہے۔

اس نظریہ کے حامی حضرات اس کو اطمینان بخش اور قابل جواز بنانے کے لئے ایسی پوچ باتوں کا سہارا لیتے ہیں جنکا امام منتظرؑ کے مسئلہ سے متعلق

بہت سے مواد و مضامین کی حقیقت سے کوئی خاص تعلق نہیں، مثال کے طور پر ان باتوں میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ امام زمانہؑ ہی حکومت اسلامی قائم کرنے کے اہل اور معاشرے میں تغیر و اصلاح کے عمل کے ذمہ دار ہیں۔ وہی ظالم حکومتوں کو ختم کرنے اور عدل و انصاف برپا کرنے کے مجاز ہیں ان معاملات میں ہماری کوئی ذمہ داری نہیں بنتی ہے۔

۲۔ امام زمانہؑ ہی منحرف انسانیت کو راہ راست پر لا سکتے ہیں اور صرف وہی معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ کر سکتے ہیں تو پھر ہمارے لئے کیا ضروری ہے کہ ہم اپنے اوپر ایسی ذمہ داری کا بوجھ ڈالیں جسکا نتیجہ ہمارے لئے مشقت و مشکلات اور مایوسی و ناامیدی کے سوا کچھ نہیں۔

۳۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس ظلم و جور سے بھرے ہوئے معاشرے کو اسی حالت پر چھوڑ دیں اور برائیوں اور خرابیوں سے بھرے ہوئے ماحول کو اور بھرنے دیں تاکہ امام زمانہؑ کے ظہور کے لئے راستہ ہموار ہو سکے کیونکہ آپ کے ظہور کے لئے شرط ہے کہ دنیا ظلم و جور اور فساد و انحراف سے بھر جائے غرضکہ امام زمانہؑ کی آمد کی راہ اسی طرح ہموار کی جا سکتی ہے کہ ہم اس فاسد معاشرے کو اسکی اپنی حالت پر چھوڑ دیں اور اسکے اخلاقی، اجتماعی، سیاسی، اقتصادی، حتی کہ عقائدی مفاسد و انحرافات کے خلاف کوئی آواز بلند نہ کریں چنانچہ اسی قسم کی

مغالطہ آمیز باتیں ہیں جن کے ذریعہ عقیدۂ مہدویت کے دامن میں موجود حقائق ومعارف اور پرُمغز مضامین ومواد کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اس نظریہ کے اشکالات :

یہ نظریہ جو امت اسلامیہ کے درمیان پیدا ہوا نہایت خطرناک اور قابل رد ہے یہ نظریہ امور ذیل میں سے کسی ایک کو واضح کرتا ہے۔

پہلا امر: امام مہدیؑ کے عقیدے سے ناآشنائی اس کی حقیقت سے ناواقفیت، اور اس کے صحیح مواد ومضامین سے بے خبری اس موضوع کو اچھی طرح نہ سمجھنا اور روشن فکری سے کام نہ لینا۔

دوسرا امر: امام زمانہؑ کے عقیدہ سے دشمنی وعداوت اس عقیدہ کو اصلی صورت سے بگاڑنے اور مسخ کرنے کی کوشش، اور اس کو حقیقی معنی ومفہوم سے جدا کر کے ایسے تناقض کے رنگ میں پیش کرنا جو کہ اسلامی طرز فکر کے خلاف ہے۔

تیسرا امر: اُمت اسلامی کو بے حس وحرکت بنانا، اور اسکے اصلی کردار کو بے تاثیر کرنا اسکی تغیر ساز حرکت کو جمود سے آشنا کرنا، منحرف سیاسی حکومتوں سے [illegible]ازمائی کے مواقع سے اسے دور رکھنا اور اس کے اندر ذلت وخواری اور

دوسروں کے سامنے سپر اندا ختگی جیسے حالات پیدا کرنا۔

یہ نظریہ قابل رد کیوں؟ یہ نظریہ اساس ہی سے غلط اور بے بنیاد ہے۔

۱. اس لئے کہ یہ نظریہ اسلام کے تئیں صحیح فکر وشعور کے نہ ہونے کو بیان کرتا ہے۔

۲. اس لئے کہ اس نظریہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی ذمہ داری کا کوئی احساس نہیں ہے۔

۳. اس لئے کہ یہ نظریہ امام زمانہؑ کے عقیدہ کے متعلق شعور وادراک نہ ہونے کی خبر دیتا ہے۔

قارئین محترم! آپکے سامنے یہاں پہ ہم سرسری نگاہ سے انتظار کا مفہوم بیان کرنا چاہتے ہیں، اور دوسرے مقام پر انشاء اللہ تفصیلی طور پر انتظار کا مفہوم بیان کریں گے۔

عزیزان محترم! امام زمانہؑ کے انتظار کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اسلامی معاشرے کے اندر اپنی فعّالیت کو ختم کردیں اور نہ ہی یہ مطلب ہے کہ ہم اپنے ذمہ دارانہ موقف سے کنارہ کش ہوجائیں اور نہ ہی اسکا یہ مطلب ہے کہ فساد وانحراف سے مقابلہ کرنے، اللہ کی طرف دعوت دینے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے اور روئے زمین پہ حکم الٰہی کو نافذ کرنے کے سلسلہ میں ہم

اپنے اسلامی فریضہ کو بالائے طاق رکھ دیں، انتظار کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم دینی ذمہ داریوں کو منجمد کر دیں اور نہ ہی یہ مطلب ہیکہ اسلامی شخصیت کے اندر فعالیت، سرگرمی اور صحیح ہدف کے لئے کام کرنے کے جذبہ کو ختم کر دیں، اور نیک مقاصد، صحیح موقف اور سچے کردار کو خیر باد کہہ دیں۔۔نہیں ہرگز انتظار کا یہ مطلب نہیں ہے۔ انتظار کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے آپکو امام کے استقبال کے لئے آمادہ اور تیار کریں۔(یعنی ایمان مضبوط اور عقیدہ مستحکم ہو)

اپنے آپ کو ثقافتی اور فکری طور پر آمادہ کریں اخلاقی اور روحانی و معنوی اعتبار سے مضبوط کریں کردار و عمل کے اعتبار سے خود کو تیار کریں نیز فرائض کی ادائیگی اور راہ خدا میں جہاد کے لئے آمادہ ہوں۔اس طرح ہم وہ عناصر تشکیل دے سکتے ہیں جو امام عصرؑ کی تحریک انقلاب سے ملحق ہونے کی اہلیّت رکھتے ہیں وہ تحریک جسے ایسے لائق اور باصلاحیت افراد کی ضرورت ہے جو شائستگی اور خودسازی کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں۔

جب امام زمانہؑ ظہور فرمائیں گے تو وہ ہم سے نہ چاہیں گے کہ ہم ان کا پُرتکلف اور شاندار استقبال کریں۔بلکہ وہ چاہیں گے کہ انھیں ایسے لائق افراد میسّر آئیں جو انکے عظیم اہداف ومقاصد سے پورے طور پر ہم آہنگی رکھتے ہوں، اور انھیں ایسا ایمانی مرکز حاصل ہو جو ہر طرح کی آمادگی کے ساتھ انکے

نقش قدم پہ قدم جما کران کی قیادت کے زیر سایہ آگے بڑھیں۔

ایسا ایمانی مرکز کیسے وجود میں لایا جائے جوامام عصرؑ کی تحریک انقلاب میں شامل ہونے کے لئے ہر طرح سے آمادہ ہواور ایسے لائق وشائستہ افراد کیسے تیار کئے جائیں جواس کے لئے پوری اہلیت کے مالک ہوں۔

یقیناًاس کے لئے شعور بھرے اسلامی عمل کی ضرورت ہے جوتسلسل اور دوام بھی رکھتا ہو نیز امت اسلامیہ کی روح میں سرایت کئے ہوئے ہواس کے بغیر نہ تو فاسد حالات و ماحولیات کو روکا جا سکتا ہے نہ صالح افراد و معاشرہ کو تشکیل دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی مضبوط ایمانی مرکز قائم کیا جا سکتا ہے اور جان لیجئے کہ یہی ایمانی مرکز اور وہی اہل اور صالح افراد امام زمانہؑ کے ظہور کی نیز آپ کے اس تغیر ساز عظیم انقلاب کی کامیابی کی دو بنیادی شرطیں ہیں جو عظیم انقلاب روئے زمین پہ کافر طاقتوں اور امت مسلمہ کے درمیان پائی جانے والی منحرف قوتوں سے برسر پیکار ہوگا غرضکہ ظہور کی تیاری ہی انتظار کی روح اور جان ہے لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم تیاری کریں اور آمادہ رہیں اور ہر اعتبار سے اُن کے ظہور کے لئے راستہ ہموار کریں منابع حدیث میں ایسی روایتیں محفوظ ہیں جن میں امامؑ کے ظہور کے لئے راہ ہموار کرنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے ہم دوسرے مقام پر اُن روایات کی طرف اشارہ کریں گے۔

ہم کس طرح امامؑ کے ظہور کے لئے راستہ ہموار کرنے والوں میں قرار پا سکتے ہیں؟

۱. جب ہم ہمیشہ اللہ کی طرف دعوت دینے کی ذمہ داری پوری کرتے رہیں۔

۲. جب ہم اپنی ذمہ داری سمجھ کر عملاً ہر طرح کے فساد وانحراف کا مقابلہ کرتے رہیں۔

۳. جب ہم اپنی ذمہ داری جان کر تبلیغی امور میں بخشش اور جذبۂ قربانی کا مظاہرہ کرتے رہیں۔

۴. جب ہم اللہ کی راہ میں ایک جانباز سپاہی کی طرح مشق اور تمرین کرتے رہیں۔ اسکے برعکس ہم ہرگز امامؑ کے ظہور کے لئے راہ ہموار کرنے والوں میں نہیں ہو سکتے۔

☆ جب ہم صرف ایسی نماز پر اکتفاء کریں جس سے مجاہد جماعت وجود میں نہ آسکے۔

☆ جب ہم صرف ایسی دُعا پر اکتفاء کریں جس سے جانباز افراد تیار نہ ہوسکیں۔

☆ جب ہم ایسے روزے پر اکتفاء کریں جس سے ایسا کوہ ہمّت گروہ پیدا نہ ہوسکے جو کہ کافر طاقتوں اور گمراہ قوتوں کو چیلنج کرسکے۔

☆ جب ہم قرآن کی اس تلاوت کو کافی سمجھیں جس سے ہم میں وہ افراد پیدا نہ ہوسکیں جو تلوار اور بندوق اُٹھا سکیں۔

☆ جب ہم اس طرح کے حج پر اکتفاء کریں جس سے ایسی جماعت وجود میں نہ آئے جو کفّار و مشرکین سے اعلان بیزاری کرسکے۔

مؤمنین کرام! آپ کو معلوم ہو کہ :

☆ نماز ایسی ہونی چاہیے جو مؤثر قوت ثابت ہو، دُعا ایسی ہونی چاہیے کہ محرّک طاقت ثابت ہو۔

☆ قرآن کو اسلامی معاشرہ میں اس طرح ہونا چاہیے کہ امت مسلمہ کی زندگی اور اس کے وجدان وضمیر میں تازہ روح پھونک دے۔

☆ روزے اس طرح کے ہوں کہ اُمت مسلمہ میں مضبوط ارادہ پیدا کردیں۔

☆ اور حج اس انداز سے انجام دیا جائے کہ وہ باطل اور بُت پرست حکومتوں کو ٹھکرا دینے والا انقلاب ثابت ہو۔

چنانچہ اسلامی عبادات کو اُن کے صحیح مفہوم اور معانی کے ساتھ انجام دے کر ہی ہم اپنے آپ کو صحیح معنی میں تیار کر سکتے ہیں اور لائق و با صلاحیت افراد بنا سکتے ہیں نیز اپنے درمیان ایسا مناسب میدان ہموار کر سکتے ہیں جو اس قابل ہو کہ امامؑ کی تحریک انقلاب سے ہم آہنگ ہو سکے، اور جب تیاری اور آمادگی کا پہلو مکمل ہو جائے گا تب ہم الٰہی قیادت اور حکمرانی میں یک رنگی و یکسانیت کے ساتھ گھل مل سکتے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اگر ہم حقیقی انتظار کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے ہم اپنے آپ کو ہر اعتبار سے مکمل اسلامی بنانے کی سعی کریں۔

ا : ایمان کے اعتبار سے

ب : شعور و ادراک کے اعتبار سے

ج : اسلامی احکام کی پابندی کے اعتبار سے

د : دینی سرگرمی اور فعالیت کے اعتبار سے

ھ : بخشش اور جان نثاری کے اعتبار سے

انتظار کے مذکورہ بالا مفہوم کی روشنی میں ہم تیسرے نظریہ کے تئیں اپنے موقف کو بیان کر سکتے ہیں جو خطرناک اور تباہ کن منفی پہلوؤں کا حامل ہے

بالخصوص ایسے زمانہ میں جس میں کہ ہمیں سخت چیلنجوں، دشوار گزار مرحلوں اور کمر شکن حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جو استکباری طاقتوں اور منحرف حکومتوں کی دین ہیں جنکی ہمارے موجودہ دور میں بہتات ہے۔

اسی قسم کے چیلنجوں ،اور گھٹن بھرے حالات و ماحول کے زیر سایہ ہمارے معاشرہ میں ایسے افراد وجود میں آئے جن میں کچھ یأس و ناامیدی کے شکار ہوئے ، کچھ خوف وہراس سے دوچار ہوئے ، کچھ عاجزی بھری خواری ورسوائی میں گرفتار ہوئے اور کچھ دوسروں کے سامنے ذلت کے ساتھ ہتھیار ڈالنے پہ مجبور ہوگئے ،لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ امامؑ زمانہؑ کے مسئلہ کے تئیں سنجیدگی کے ساتھ صحیح معرفت حاصل کریں تاکہ نا اُمیدی و مایوسی ،خوف وہراس ،ذلت وخواری ،عاجزی ورسوائی ،سپر اندا ختگی ،فکری تعطّل اور ذہنی جمود جیسے حالات کا مقابلہ کرسکیں ان حالات میں ہم پر فرض ہے کہ امام مہدیؑ کے مسئلہ کی حقیقی صحیح معرفت حاصل کریں جس سے ہم میں امید،عزم واستقلال اور استحکام پیدا ہو نیز ہم میں نشاط،حرکت اور امنگ کا عنصر بیدار ہو۔

امام زمانہؑ کا اعتقاد اور ان کے ظہور پر ایمان اسلام کے تمام ادیان پہ حتمی غلبہ وبرتری کی علامت ہے اگر ہمارے اعتقاد اور ایمان میں اتنی حتمیّت اور قاطعیت ہو تو پھر مجال نہیں کہ ہمارے اندر یأس و ناامیدی خوف وہراس ،اور شکست وناکامی جیسے منفی تصورات سرایت کرسکیں تو جب ہم محسوس کرلیں گے کہ

اسلام کا غلبہ حتمی و یقینی ہے ایمانی قوتوں کی برتری قطعی و جزمی ہے نیز ہم محسوس کرلیں گے کہ ایک عظیم اسلامی حکومت قائم ہوکر رہے گی اور ہم معصوم قیادت کے زیر سایہ زندگی بسر کریں گے تو ان احساسات کے پرتو میں ہمارے اندر امید اور امنگ کی کیفیّت موجزن ہوگی، عزم و ہمّت اور ثبات و استقلال کے جذبات ابھریں گے اور ہمارا وجود نشاط و انبساط سے معمور ہو جائے گا۔

امام مہدیؑ کے عقیدے کے بارے میں شکوک وشبہات کی تخلیق کیوں؟

عقیدۂ مہدویّت اپنی طویل تاریخ میں شدید مخالفتوں سے دوچار رہا ہے جنکا مقصد اس عقیدہ کو ختم کرنا، اور لوگوں کے دل ودماغ سے اسے مٹادینا تھا یا پھر اس میں شبہ ایجاد کرنا اور اسکی اصلی صورت کو بگاڑ کر پیش کرنا تھا، یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسکی اتنی مخالفت کیوں کی جارہی ہے؟ اور اس عقیدہ کے خلاف اتنے حملے کیوں کئے جارہے ہیں؟

باوجودیکہ یہ عقیدہ اسلامی مسلمات میں سے ہے اور دین محمدی میں ثابت شدہ قضیہ کی حیثیت رکھتا ہے پھر بھی اسکی مخالفت پر کیوں اتنا زور دیا جارہا ہے؟

جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ اتنی ساری مخالفت اور شک آفرینی کے بہت سے اسباب ہیں ان میں سے دو سبب اہم ہیں ایک سیاسی، اور دوسرا مذہبی۔

پہلا سبب : جو سیاسی سبب ہے اس نے امامؑ کے عقیدہ کا مقابلہ بڑے زور وشور سے کیا ہے تاریخ گواہ ہے کہ برسر اقتدار حکومتوں نے عقیدۂ مہدویت سے نبرد آزمائی کے لئے زرخرید قلموں کا سہارا لیا جنھوں نے اسے مسخ کرنے اور بے اثر بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومتوں کی طرف سے اسکی مخالفت پہ اسقدر اصرار کیوں کیا جاتا رہا ہے؟

اسکا جواب واضح ہے، اس لئے کہ امامؑ کا عقیدہ اپنے صحیح شکل ومفہوم کے ساتھ ایسی قوت کا حامل ہے جو منحرف سیاسی حکومتوں اور باطل قیادتوں کو کبھی برداشت نہیں کرتا اگر یہ عقیدہ امت اسلامی کے رگ وپے کے اندر رچ بس جائے اور اسلامی معاشرہ کے افراد میں سے ہر ایک کے ذہن نشین ہو جائے تو پھر امت اسلامی ایک ایسی طاقت بنکر اُبھر جائے جو باطل حکومت وسیاست اور فاسد قیادت وزعامت کو پائمال کر دے غرضکہ عقیدۂ مہدویت اپنے حقیقی مفہوم، اپنے واقعی مدلول اور بامقصد مضمون کے ساتھ ہو تو یقیناً ایسی تمام سیاسی اور قیادتی شخصیتوں کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے جو اسلام کے سیاسی اور قیادتی خط سے تناقض رکھتی ہیں اسی لئے باطل حکومتوں نے اس عقیدہ کی مخالفت کے لئے خود کو مجبور پایا کیوں کہ اس عقیدہ سے ہم آہنگی کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ

حکومتیں اپنی قانونی حیثیت کھو بیٹھیں۔

اور اس عقیدہ کی مخالفت نے مختلف شکلیں اختیار کیں جن میں تین بنیادی حیثیت کی حامل ہیں: (اور ان کے بارے میں ہم پہلے تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں)

پہلی شکل: یہ ہے کہ اس عقیدہ کا مطلقا انکار کردیا جائے

دوسری شکل: یہ ہے کہ اس عقیدہ میں تحریف کردی جائے

تیسری شکل: یہ ہے کہ اس عقیدہ کو اسکے صحیح اور واقعی معنی ومفہوم سے جدا کردیا جائے

مذکورہ بالا شکلوں میں حکومتوں نے عقیدہ مہدویت سے مقابلہ کی ٹھانی اور اس کے لئے طرح طرح کے حربے اور مختلف قسم کے ذرائع استعمال کئے جن میں فکری، سیاسی، اجتماعی حربے بھی شامل تھے اور رعب ودہشت ایجاد کرنا اور افراد کا صفایا کرنا بھی اس لئے کہ مسئلہ مہدویت حکومتوں کے ذہنوں میں زبردست خطرات اور چیلنجوں کا گویا دوسرا نام تھا اور انکی راہ وروش کے ساتھ کاملاً ٹکراؤ رکھتا تھا جس کے باعث ان کے لئے چین اور سکون کے ساتھ زندگی گذارنا دشوار بنا ہوا تھا، اور حکومتوں کی طرف سے مسئلہ مہدویت کی پر زور

مخالفت کا راز بھی یہی تھا خاص طور سے جب ہم اس بات کو مدنظر رکھیں کہ پیغمبر اسلامؐ کی زبان مبارک سے صادر شدہ احادیث جو تواتر کی حد کو پہنچتی ہیں اس بات کو یقینی طور پر ثابت کرتی ہیں کہ مہدیؑ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں ستمگروں اور ظالم حکومتوں کا خاتمہ ہو کر رہے گا، یہ متواتر احادیث ستمگروں اور ظالم حکومتوں کے دل و دماغ میں گونجتی رہتی تھیں اسی بناء پر وہ اس مسئلہ کی مخالفت پہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اسکو ختم کرنے کے لئے تمام ممکن حربے استعمال کر ڈالے اور شاید دہشت گردانہ سیاست جس پہ ظالم حکومتیں پوری تاریخ میں اہل بیتؑ کے خلاف شدت کے ساتھ کاربند رہیں مسئلہ مہدویت کی مخالفت کے اظہار کا ایک عنوان تھا۔

دوسرا سبب: جو مذہبی سبب سے عبارت ہے

اسکا کردار بھی سیاسی سبب کے کردار سے کچھ کم نہ تھا مذہبی اسباب وعوامل نے بہت سی احادیث و روایات کی جعل سازی بے شمار حقائق کو مسخ کرنے، انگنت مسلمات کو تسلیم کرنے بے انتہاء تاریخی واقعات کو تحریف کرنے، لاتعداد داستانیں گھڑنے اور بہتیرے دینی نشانات کو مٹانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے اس طرح مذہبی سبب نے یہ تاریخی جعل سازی کر کے فکر و شعور کو الجھانے فہم وادراک کو پریشان کرنے، اوراق کو خلط ملط کرنے معیارات کو بدلنے، قدروں کو متغیر کرنے، نسلوں کو گمراہ کرنے اور انکو انکے مشن سے منحرف کرنے میں بڑا

کارنامہ انجام دیا ہے۔

اور میں یہاں پر جبکہ جلسہ میں گفتگو کررہا ہوں اور مقام تحقیق واستدلال میں نہیں ہوں نہیں چاہتا کہ آپ لوگوں کے سامنے تاریخ کے ان اوراق کوکھولوں جن میں ہزاروں مثالیں جعل سازی کی موجود ہیں جنکو گمراہ کن ذہنیت، تحریف ساز قلم، اور اندھے مذہبی تعصب نے وضع کیا اور جن کے نتیجے میں امت اسلامی سرنگونی درسرنگونی میں مبتلاء ہوئی اور اپنی حقیقت اور شناخت کھوبیٹھی، میں نہیں چاہتا کہ تاریخ کا فائل کھولوں اور تاریخ کے اوراق سے مثالیں نکالوں بلکہ میں موجودہ زمانے کے اوراق سے مثال پیش کرنا چاہتا ہوں موجودہ زمانے میں کتنے ہی عفونت آمیز اوراق ایسے موجود ہیں جن کے سامنے ماضی کی تاریخ کے بدبودار اوراق ہیچ ہیں۔

کچھ دن پہلے اتفاق سے میرے ہاتھ ایک میگزین لگا جس کا نام ہے (دبئی کا دوسرے درجہ کا میگزین) جو دبئی کی وزارت تعلیم وتربیت سے شایع ہوتا ہے، اس میگزین میں ایک مقالہ شایع ہوا تھا جسکا موضوع تھا (یزید بن معاویہ فی المیزان) اس موضوع کے تحت : کاتب مقالہ کیا لکھتا ہے؟

وہ لکھتا ہے کہ ہماری تاریخ میں بہت سے جھوٹے الزامات یزید بن معاویہ پر لگائے گئے ہیں نیز یزید بن معاویہ جیسی پاک وصاف شخصیت کے

ساتھ بڑی زیادتیاں کی گئی ہیں، کاتب مقالہ جس کو یزید بن معاویہ کی شخصیت
سے والہانہ عقیدت ہے آگے گرم جوشی کے ساتھ یزید کا دفاع کرتے ہوئے لکھتا
ہے کہ یزید اسلام کی بہت بڑی شخصیت ہے وہ کہتا ہے کہ تاریخ یزید بن معاویہ پر
تہمت لگاتی ہے کہ وہ شراب پیتا تھا اور نماز نہیں پڑھتا تھا اور وہ ۔۔۔ یہ کرتا تھا وہ
کرتا تھا ۔۔۔ یہ سب کا سب جھوٹ ہے یزید نمازی تھا اور خیر و سنّت کا طالب
تھا۔ ص ۳۸/ (یہ من و عن ترجمہ ہے مذکورہ صاف گو یزیدی کاتب کی تعبیر کا)
میں بھی آپ کے ساتھ ان کلمات کے سننے کا سلسلہ جاری رکھتا ہوں جن
میں برائے نام بھی حق و انصاف کی خو بو نہیں ملتی یہ یزیدی کاتب سلسلۂ کلام کو آگے
بڑھاتے ہوئے لکھتا ہے کہ رہا سردار جوانان جنّت حسینؑ ابن علی کا قتل ہونا تو جناب
رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد فتنہ پہ فتنہ بپا ہوگا لہذا جو بھی میری امت میں
تفرقہ ایجاد کرنا چاہے اسے تہ تیغ کر دو چاہے وہ جس شخصیت کا مالک ہو۔
یہیں پہ رُک کے کہنا چاہتا ہوں کہ ایسے پست بے ہودہ اور نازیبا
کلمات کے متعلق میں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کرتا ہوں بس اتنا
کہوں گا کہ یہ فکر و شعور کی گندگی قلب و ضمیر کی آلودگی اور نفس و روح کی کثافت
ہے جو کچھ مسخ شدہ قلموں کو حرکت میں لاتی ہے اور وہ اس طرح کے متعفن
بد بودار اوہام و افکار اگلتے ہیں اور ایسی ناہنجار باتیں لکھ مارتے ہیں جن سے آدمی

کو گھن آنے لگے۔

مجھے نہیں معلوم کب تک ہم بغض و کینہ بھری تعصّباتی ذہنیت کے اسیر رہیں گے، اس امت کا اس وقت تک مصیبتوں اور بلاؤں میں گرفتار رہنا اور شکست پر شکست کھاتے رہنا تعجب خیز بات نہیں جب تک ذہنیتیں تاریخ کے گندے نالے سے اپنے افکار و تصورات کو حاصل کرتی رہیں گی اور قلم تاریخ کے مزبلہ اور کوڑے خانہ پہ پھرتے رہیں گے، اور جب تک دل و دماغ بے ہودہ باتوں کو جکڑے ہوئے ہوں گے ہم ہرگز پسماندگی، انحطاط اور شکست و ریخت کی صورت حال سے تجاوز نہیں کر سکتے اور ہرگز اپنی اصلیّت اور حقیقت و شناخت کو دوبارہ واپس نہیں لا سکتے جب تک ہم اپنے اذہان و افکار اور شعور و ادراک کو، اپنے قلم اور تہذیب کو اپنے طریقۂ کار اور ذرائع ابلاغ نیز اپنے اداروں وغیرہ کو آزاد نہیں کر لیتے، جب تک امت مسلمہ میں ایسے افراد موجود ہوں گے جو یزید بن معاویہ کا دفاع کر رہے ہوں وہ یزید جس کے نام کے حروف تک تمنا کرتے ہیں کہ کاش ہم اس سے اور اس کے گناہوں، سیاہ جرموں، اور بدکرداریوں سے کنارہ کش رہتے اور جب تک اسلامی معاشرہ میں ایسے افراد کا وجود ہوگا جو ایسے سیاہ کرداروں کی حمایت کر رہے ہوں جنھوں نے تاریخ، انسان اور حیات کی آبرو کو خاک میں ملا دیا جب تک امت مسلمہ میں فکری اور ثقافتی انحطاط کا یہ رنگ قائم رہے گا اور یہی رنگ اسکے فکر و شعور، ذہنیت

رھگذر، اور ہدف وغایت پہ حاوی رہے گا اس وقت تک یہ امت خطرناک ثقافتی بحران اور زبردست ایمانی واخلاقی سرنگونی جیسے ناگفتہ بہ حالات سے دوچار رہے گی، اور اسکے سارے معیار اور پیمانے ضائع اور تمام قدریں اور بنیادی اصول تباہ وبرباد ہوتے جائیں گے۔

اب ہم اپنے موضوع بحث یعنی مسئلۂ مہدویت کی طرف پلٹتے ہیں:

تو دوسرا اسبب جو مذہبی ہے وہ اپنے تمام جعلسازی تعصب اور اندھی تقلید کے پہلوؤں کے ذریعہ امام زمانہؑ کے عقیدے کو ٹھیس پہونچانے اور اسکی مخالفت کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے، اور باوجود اسکے کہ مسئلہ امام زمانہؑ کسی خاص مذہبی رنگ کا حامل نہیں ہے بلکہ ایک عام اسلامی رنگ کا حامل ہے مگر جب اس مسئلہ کو صحیح اسلامی پیمانے کی رو سے دیکھا جائے، احادیث وروایات میں پیش کئے گئے صحیح معیار کی روشنی میں اسے سمجھا جائے اور اسکے اصلی معنیٰ ومفہوم کے زیر سایہ اسکا مطالعہ کیا جائے تو اس سے مذہبی اور تاریخی سمت کو معیّن کرنے کے سلسلہ میں اہم نتیجے سامنے آسکتے ہیں اور اس زاویۂ نظر کے ذریعہ بہت سارے مذہبی، عقائدی اور تاریخی مسلّمات لغو قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

اور زیادہ واضح لفظوں میں یوں سمجھیں کہ اگر ہم امام زمانہؑ کے مسئلہ کو طرح پیش کریں کی یہ مسئلہ اسلامی قیادت کا عنوان ہے اور معصوم قیادت کے مراحل میں آخری مرحلہ کی نمائندگی کرتا ہے تو اسکا لازمی اور طبیعی نتیجہ یہ ہوگا

کہ ضرور اس معصوم قیادت کو تسلیم کرنا پڑیگا جو بارہ اماموں کی قیادت سے عبارت ہے، اور امام مہدیؑ سے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں تاکید کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ امام مہدیؑ ائمہ معصومینؑ کے زرّین سلسلہ کی آخری کڑی اور بارہویں امام ہوں گے۔

چنانچہ مسئلہ مہدویت پہ ایمان واعتقاد کے نتیجے میں مسئلۂ امامت پہ ایمان واعتقاد سامنے آتا ہے جو شیعوں کے اصول دین میں شامل ہے، اور یہ بات اس عقائدی رہگزر سے بالکل مختلف ہے جو دیگر اسلامی مذاہب اختیار کئے ہوئے ہیں، یہاں سے ان مذاہب کے اندر امام منتظرؑ کے مسئلہ کو نیا رخ دینے کی فکر و ذہنیت پیدا ہوئی جن کے یہاں امامت کا اعتقاد نہیں ہے۔

اس ذہنیت نے بعض لوگوں کو جن کا تعلق دوسرے مذاہب اسلامی سے تھا افراط کی جانب کھینچا، اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ امام زمانہ عجّل اللہ فرجہ الشریف کے مسئلہ کا انکار کر بیٹھے اور بے شمار روایات واحادیث کو بالائے طاق رکھ کر ان مسلمانوں کی اکثریت کی مخالفت کی جو امام زمانہؑ کے عقیدہ کی قائل ہے اور اسلامی تصور میں مسئلۂ مہدویت کی حقانیت اور اسکے متعلق وارد شدہ حدیثی منابع کی کثرت کو دیکھتے ہوئے بعض دوسرے اسلامی مذاہب کے ماننے والے عقیدۂ مہدویت اور اپنے مسلک کے عقائدی رہگزر کو ہم آہنگ کرنے کی خاطر ایک دوسرے زاویۂ نظر کو اپنانے پہ مجبور ہوئے یہ زاویۂ نظر امام زمانہؑ کے

بارہویں ہونے کے انکار سے متعلق ہے اور یہ کہ امام مھدیؑ ایک لائق اسلامی
شخصیت کا نام ہے جو آخری زمانہ میں پیدا ہوں گے اور دنیا کو ظلم وجور سے
چھٹکارا دیکر روئے زمین پہ احکام الٰہی کو نافذ کریں گے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس طرح کی نظریاتی تگ ودو اس بات کا
ثبوت ہے کہ امام مھدیؑ کا عقیدہ اس مسئلہٴ امامت کی عکاسی کرتا ہے جو کہ پیغمبرؐ
اسلام کی قیادت ورہبری کے طبیعی سلسلہ کا مظہر ہے اسی وجہ سے ان لوگوں نے
اس مسئلہ کو ایسا رخ دینے کی کوشش کی جو انکے مذہبی عقائد سے ہم آہنگ
ہو کیونکہ امام مھدیؑ کے مسئلہ کو تسلیم کرنا مسئلہٴ امامت کو تسلیم کرنے اور مسئلہ
امامت پہ نص موجود ہونے کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے لہذا ان لوگوں کے
لئے ضروری ہوا کہ وہ امام مھدیؑ کے متعلق وارد شدہ احادیث وروایات کے
معنیٰ ومفہوم میں تحریف کا کام کریں یا سرے سے اس کا انکار ہی کر بیٹھیں۔

ہماری نظر سے ایک کتاب گزری جسکا نام ہے (اَلرَّدُّ عَلیٰ مَن
یُکَذِّبُ الأَحَادِیثَ الصَّحِیحة .....فِي المَهدِی)

یعنی جو لوگ امام مھدیؑ کے بارے میں صحیح روایات کو جھٹلاتے ہیں انکی
رد اس کتاب میں بہترین بحث کی گئی ہے اور بحث بھی اچھی تنقیدی نگاہ سے کی
گئی ہے، قوی دلیلیں دی گئی ہیں امام مھدیؑ کے عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے
مؤلف نے (جو کہ مدینہ یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں) ان لوگوں سے علمی اور

موضوعی بحث چھیڑی ہے جنکا خیال ہے کہ جو احادیث امام مھدیؑ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں صحیح نہیں ہیں نیز مؤلف نے ٹھوس دلیلوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ تمام احادیث صحیح ہیں بلکہ تواتر کی حد کو پہونچی ہوئی ہیں۔

یہاں تک تو اس کتاب کا موضوع صحیح ہے اور مؤلف نے انصاف سے کام لیا ہے لیکن یہاں پر پہونچ کر وہ بھی مذہبی پس منظر کی قید سے خود کو آزاد نہ کر سکے اور وہی پرانی بات دہرائے بغیر نہ رہ سکے جسمیں مسئلہ مھدویت میں تحریف کرنے کی کوشش کی گئی ہے، چنانچہ وہ بھی اپنی کتاب میں اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ امام مھدیؑ جنکا احادیث وروایات میں ذکر کیا گیا ہے یہ وہ امام مھدیؑ نہیں ہیں جن پہ شیعہ ایمان وعقیدہ رکھتے ہیں واہ! سبحان اللہ خدا اندھے تعصب کا بُرا کرے آخر کب شیعہ اس امام مھدیؑ کے علاوہ کسی اور امام مھدیؑ پہ ایمان وعقیدہ رکھتے ہیں جسکی رسول اکرمؐ نے بشارت دی ہے اور جسکے متعلق متواتر روایات وارد ہوئی ہیں اور یہ عقیدہ کہ امام منتظرؑ کی ولادت ہوچکی ہے! اور وہ اب تک زندہ ہیں صرف شیعوں سے مخصوص نہیں بلکہ بہت سارے سنی علماء کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

اس سلسلہ میں علامہ سید محسن امین عاملی کی کتاب ''اعیان الشیعہ'' کے اس حصہ کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جو امام مھدیؑ سے مخصوص کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے ان علماء اہلسنت اور انکی کتابوں کے نام کی فہرست درج کی ہے جو شیعوں

کے اس عقیدہ سے اتفاق رکھتے ہیں کہ امام مہدیؑ ہی بارہویں امام ہیں اور صحیح اور صریح روایات کی بنیاد پر حقیقت بھی یہی ہے کہ یہی عقیدہ صحیح ہے۔

مسائل میں ہمارے
راویوں (علماء مجتہدین)
کی طرف رجوع کرو
کیونکہ وہ میری طرف
سے تم پر حجت ہیں۔

امام زمانہ علیہ السلام

امام منتظر علیہ السلام کی طولانی عمر پہ اعتراض واشکال:

یقینی نجات :

یہ مصیبت زدہ دنیا بہت شوق لیئے ہوئے نجات دہندہ کا انتظار کررہی ہے اور مؤمنین کے دل بڑے ولولے اور امنگ کے ساتھ مھدئ آل محمد کے ظہور کی راہ دیکھ رہے ہیں تا کہ وہ اس دنیا کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دیں جس طرح وہ ظلم وجور سے پُر ہوچکی ہوگی اور اسلام کا پرچم سارے عالم میں لہرائیں قرآنی حکومت کو پوری دنیا میں قائم کریں ،اور کفر ونفاق وگمراہ کن تنظیموں کا صفایا کریں ،ہر مؤمن کو اسی یقین کامل کے ساتھ زندگی گذارنی چاہئے کہ اسلام ایک دن ساری دنیا پر حکومت کریگا یہ ہمارا عقیدہ ہے، اسلام کا عقیدہ ہے اور ایک مسلمان کا عقیدہ ہے۔

قرآن کریم اس ایمانی یقین کی تاکید کرتا ہے اسکا کہنا ہے کہ ایمان اور ایمانی طاقتیں زمین پر ضرور کامیاب وفتحیاب ہوں گی ،خداوند عالم فرماتا ہے (سورۂ انبیاء ۱۰۵) " وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْأَرْضَ

یرِثُهاَ عِبَادِیَ الصَّالِحُوْن" بتحقیق ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا ہے کہ بے شک زمین پر ہمارے مخلص بندوں کی حکومت ہوگی۔

اور سورۂ توبہ آیت:۳۳ میں ارشاد ہوتا ہے کہ خداوہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ (ہادی) بنا کر او، دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ تمام ادیان پر غالب آجائے اگر چہ مشرکین کو بُرا کیوں نہ لگے۔

اور دوسرے مقام پر سورۂ (الصّف آیت:۸) میں ارشاد ہوتا ہے: یہ لوگ اپنی پھونکوں یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو خاموش کردیں لیکن خدا اپنے نور کو مکمل کرے گا اگر چہ کافر ناراض ہی کیوں نہ ہوں۔

اور سورۂ (القصص آیت:۵) میں خدا کا ارشاد ہے: ہمارا یہ ارادہ ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ زمین پر بے بس اور ستم رسیدہ ہیں انھیں اپنی نعمتوں سے نوازیں اور انہیں امام قرار دیں اور انہیں کو زمین کا وارث قرار دیں،

(یہ تمام آیات امام زمانہؑ کے ذریعہ حاصل ہونے والی نجات کی حتمّیت پر دلالت کرتی ہیں) مُترجم۔

احادیث نبویؐ میں یقینی نجات کا بیان

بہت ساری روایات جناب رسول خداؐ اور ائمہ معصومین علیھم السلام سے وارد ہوئی ہیں جن میں اس ایمانی حتمیت کو تاکیداً بیان کیا گیا ہے۔

۱. ابوہریرہ راوی ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا (صحیح ترمذی ج۲رص۲۷۰) "لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنیا اِلَّا یومٌ لَطَوَّلَ اللّٰہُ ذٰالِکَ الیَومَ حَتّیٰ یَلی رَجُلٌ مِنْ اَھلِ بَیْتِیْ " اگر دنیا کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی ہو تو خداوند عالم اس دن کو طولانی کردے گا یہاں تک کہ میرے اہلبیت کی ایک فرد کی حکومت قائم ہو جائے۔

۲. حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا: لَوْلَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنیا اِلَّا یومٌ بَعثَ اللّٰہُ رَجُلاً مِنْ اَھْلِبَیْتِیْ یَمْلأُھا عَدْلاً کَما مُلِئَتْ جَوراً" اگر دنیا ختم ہونے میں صرف ایک دن باقی رہ جائے تو بھی خداوند عالم میرے اہلبیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جو اس دنیا کو عدل سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے بھری ہوگی، اس حدیث کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔

۳. ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: "اُبشّرکُم بِالْمَهدِیّ یُبعثُ فِی اُمّتی عَلیٰ اختلافٍ مِن النّاسِ وَزلزال فیملأ الأرض قِسطاً وَعدلاً کَما مُلِئَتْ ظُلماً وَجوراً" میں تمہیں مہدیؑ کی بشارت دیتا ہوں جو میری امت میں ظاہر ہوں گے اس حال میں کہ لوگوں کے درمیان اختلاف واضطراب ہوگا پس وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے پُر ہو چکی ہوگی (مسند احمد ابن حنبل ج ۳ ص ۳۷) مذکورہ آیات وروایات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اللہ کا حتمی فیصلہ ہے کہ ایمان کا غلبہ، حق کا بول بالا عدل وانصاف کا چرچا اور ستمدیدہ انسانیت کا چھٹکارا حتمی ہوکر رہے گا اور یہ ایمانی حتمیت اللہ کے اذن سے ضرور حاصل ہوکر رہے گی، عالم کو مصائب وآلام سے رہائی مل کر رہے گی آج دنیا بدبختی، تباہی محرومی اور بحران کی زندگی گذار رہی ہے جہاں عزت وشرف کا استحصال ہو رہا ہے جائر حکومتیں طغیان وسرکشی پہ آمادہ نظر آرہی ہیں ،فساد وانحراف شدت اختیار کر چکا ہے، انسانی قدریں اور اخلاقی اصول وضوابط پامال ہو رہے ہیں، احکام الٰہی کو نظر انداز کیا جا رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

انسان آج اس طرح کے ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہے اور اسے نجات کی تلاش ہے ،خوشبختی وسعادت کو ڈھونڈ رہا ہے، اس کے سامنے ہزاروں دروازے ہیں اور بے شمار نعرے ہیں دروازے آتشیں مادوں سے اور

نعرے فریب ونیرنگ سے بھرے ہوئے ہیں، اور بیچ میں انسان ہے جو قربانی کا بکرا بنا ہوا ہے، اور انسان ہی ہے جو ظلم و بربریت کررہا ہے اور خدا سے کنارہ کشی اختیار کئے ہوئے ہے، انسان ہی ہے جس نے روئے زمین پہ شیطان کے ارادے کو عملی شکل دی، انسان ہی ظالم ہے، طغیان گر ہے، مستکبر ہے، لیکن یہ وہ انسان ہے جسکا ضمیر مردہ ہو چکا ہے اور جو دین اور انسانی واخلاقی قدروں سے بہت دور ہو چکا ہے۔ تو کیا یہ دنیا اسی طرح باقی رہے گی؟ کیا انسان زمین پر ظلم کے شکنجے میں ہمیشہ جکڑا ہی رہے گا؟ کیا ظالم وجابر حکومتیں ہی ہمیشہ بشریت کی قسمت کا فیصلہ کرتی اور اس پہ حکمرانی کرتی رہیں گی؟ کیا شر پسند قوتیں ہی زمین پر فتنہ وفساد کے بیج بوتی رہیں گی؟ کیا قرآن کے احکام یوں ہی معطّل رہیں گے؟

نہیں ہر گز، نہیں، بلکہ ضرور الٰہی وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور ایمانی طاقتیں زمین پر فاتح وغالب ہو کر رہیں گی، جیسا کہ قرآنی آیات ونبوی احادیث نے اسکی تاکید کی ہے، لہذا طے شدہ امر ہے کہ خدا کے خالص اور صالح بندے زمین کے وارث ہو کے رہیں گے جیسا کہ خدا ورسول نے وعدہ فرمایا ہے۔

چنانچہ انسانیت ہمیشہ اس الٰہی وعدہ کی منتظر رہی ہے، عظیم مملکت حق کے قیام کا انتظار کرتی رہی ہے اور الٰہی قیادت کی منتظر رہی ہے جو زمین پر الٰہی وعدہ کو پورا کرے گی اور قرآنی حکومت کو تمام عالم پر قائم کرے گی۔

وہ انسان ہے کون جسکا انتظار کیا جا رہا ہے اور جو بشریت کو نجات دلائے گا؟ صحیح اسلامی تصور مہدیٔ آل محمد کو اس عظیم انسان کی صورت میں پیش کرتا ہے جو بشریت کی آرزوئے نجات کو پورا کریں گے اور زمین پر اللہ کے وعدہ کو جامۂ عملی پہنائیں گے، جیسا کہ متواتر احادیث میں وارد ہوا ہے، اور امام مہدیؑ کا عقیدہ اسلامی مسلمات میں شمار کیا جاتا ہے جس پر ہر مسلمان کا ایمان اور اعتقاد ہے جسکو احادیث کی کتابوں اور مختلف المسلک علماء مسلمین کی تالیفات میں بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو کتاب ''المہدی المنتظر عند علماء اهل السنه و الامامیه'' (مہدیٔ منتظر شیعہ اور سنی علماء کی نظر میں) جسکو جناب علاّمہ محقق نجم الدّین العسکری نے تالیف کیا ہے تو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہی وہ انسان ہیں جو اس دنیا کو ظلم و جور، بدبختی و محرومی، رنج و محن ، مصائب و آلام اور ہر طرح کے بحرانی حالات و تنازعات سے چھٹکارا دلائیں گے ، یہیں پر میں اپنی بات روک کر ایک نقطہ کی طرف اشارہ کردوں ، اور وہ ایک اہم سوال ہے جو بہت سے لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔

ہم شیعوں کا عقیدہ نیز اکثر اہلسنت حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ امام مہدیؑ کی ولادت ہو چکی ہے اور وہ اب تک زندہ ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ یہ مسئلہ کچھ لوگوں کے لئے پریشانی کا باعث بنے اور بعض دیگر اس مسئلہ کو ہضم کرنے اور سمجھنے سے عاجز ہوں، وہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک

انسان اتنی طولانی عمر کس طرح پا سکتا ہے جسکو با آسانی سمجھنا اور دوسروں کو مطمئن کر دینا بڑا دشوار ہے۔

امام مُنتظر علیہ السلام کی اب کیا عمر ہے؟

امام عصرؑ کی ولادت باسعادت ۱۵ر شعبان ۲۵۵ھ ہجری کو ہوئی اور اس وقت ۱۴۰۸ھ ہجری ہے تو امامؑ کی عمر ۱۱۵۳ر گیارہ سو ترپن سال ہوئی، اتنی طولانی عمر انسانی تصور کے لحاظ سے غیر مانوس معلوم ہوتی ہے لہذا یہیں سے یہ اہم سوال پیدا ہوا کہ کیسے ممکن ہے ایک انسان کو اتنی طویل عمر حاصل ہو جائے؟

سوال واشکال کا جواب

کس طرح اس سوال کا جواب دیا جائے اسکے لئے بہت زیادہ پریشانی اور زحمت کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی استدلالی پیچیدگیوں کی حاجت ہے بلکہ اس بات کو آسانی سے ذیل کی دلیلوں کے ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے۔

پہلی دلیل: سائنسی اور ٹکنولوجی اعتبار سے اس مسئلہ کو ماننے میں کوئی دقت نہیں ہے کسی سائنسدان کا کوئی علمی تجربہ ہو یا عقلی تحقیق ہو اس میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا ہے کہ انسان عام زندگیوں سے بڑھکر طولانی مدت تک زندہ نہیں رہ سکتا بلکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سائنسدان اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ یہ ثابت کیا جائے کہ انسان عام زندگیوں سے کہیں زیادہ زندگی گذار سکتا ہے چنانچہ بعض حیوانی (خلیوں) پر تجربہ کرنے کے بعد سائنس یہاں تک پہونچی ہے کہ انسان طولانی زندگی پاسکتا ہے اور عرصۂ دراز تک زندہ رہ سکتا ہے بشرطیکہ اس کے اندر ایسے بنیادی خصوصیات وصفات ہوں جو کہ اسکو بیرونی اثرات سے محفوظ رکھ سکیں۔ (المقتطف) میگزین، شمارہ نمبر (ج ۳، م ۵۹) میں اس عنوان کے تحت کہ "کیا ایک انسان ہمیشہ کے لئے دنیا میں باقی رہ سکتا ہے" یہ فقرہ

نقل کیا گیا ہے لیکن معتبر سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ حیوان کے جسم کا ہر پُرزہ نامحدود مدت تک کے لئے باقی رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ ایک انسان ہزاروں سال زندہ رہ سکے بشرطیکہ وہ خارجی اسباب وعوامل جو اسکی حیات کی رسی کو کاٹ دیتے ہیں اسکے جسم پہ عارض نہ ہوں اور سائنسدانوں کی یہ بات محض وہم وگمان نہیں بلکہ سائنسی تحقیق کا نتیجہ اور اختبار کی منزل میں تائید شدہ ہے۔

شیخ فضیلی اپنی کتاب (فی انتظار الامام) میں تحریر کرتے ہیں: ڈاکٹر الکس کارل، ڈاکٹر جاک لوپ، ڈاکٹر ورن لویس اور اسکی بیوی اور انکے علاوہ بہت سے نئے سائنسدانوں نے (روکفلر انسٹی ٹیوٹ میں) جو نیویارک میں ہے انھوں نے نباتات حیوان اور انسان کے مختلف اجزاء پر تجربے کئے ہیں ان میں سے کچھ تجربے انسان کے اعصاب وعضلات (رگوں اور پٹھوں) قلب، جلد اور گردہ پہ انجام دیئے گئے تو یہ معلوم ہوا کہ انسانی بدن کے یہ اجزاء زندہ رہ سکتے ہیں اور انکی نشو ونما باقی رہ سکتی ہے جب تک انہیں لازم ومناسب غذا ملتی رہے اور جب تک کوئی خارجی عامل اس پر اثر انداز نہ ہو، جس طرح کی غذا دی جاتی رہے گی (خلیے) بڑھتے رہیں گے اور ان میں کثرت بھی ہوتی رہے گی، ملکی جغرافیائی کمپنی نے ایک رپورٹ نشر کی ہے اس میں یہ بتایا ہے کہ

انسان ۱۴۰۰/ایک ہزار چار سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے اگر اسے بے ہوش کر دیا جائے جس طرح بعض حیوانات زندہ رہتے ہیں۔

(کتاب " فی انتظار الامام "ص ۵۵۔۵۹) یہ بات ایک مفروضہ کی حد تک سہی، لیکن اس سے امام مہدیؑ کے عمر طولانی پانے اور اب تک زندہ وسلامت باقی رہنے کے مسئلہ کو تقویت ملتی ہے، اور یہ بات کم سے کم اس دعوے کو رد کر دیتی ہے کہ سائنس اور مسئلہ مہدویت کے درمیان تناقض اور تضاد پایا جاتا ہے، اسکے برعکس یہاں پہ ایک دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ امام مہدیؑ کے طول عمر کا مسئلہ، نظریۂ اَجل (زندگی کی مقررہ مدت) سے ٹکراؤ رکھتا ہے جسکو قرآن میں ثابت کیا گیا ہے اور جو اسلامی مسلّمات میں ہے۔

تو یہ اعتراض اس وقت رفع ہو جائے گا جب ہم یہ سمجھ لیں گے کہ نظریۂ اَجل اگر چہ ایمانی مُسلّمات میں ہے لیکن خود لفظ اَجل کے معنیٰ کو درک کرنے کے لئے انسان مومن کے ذہن کو بلّور کی طرح صاف وشفّاف ہونے کی ضرورت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ محل اور ماحول اجازت نہیں دیتے کہ اس قسم کی بحثوں میں اُترا جائے ،لیکن یہاں پہ مختصر اور سادہ طریقہ پر اس بات کی طرف اشارہ کروں گا کہ نظریۂ اجل کچھ خاص بنیادی شرائط کا تابع ہے ورنہ پھر ہم ان روایات کو بھلا کیوں کر سمجھ سکتے ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض

اعمال وافعال انجام دینے کے نتیجے میں انسان کی عمر بڑھ بھی سکتی ہے اور گھٹ بھی سکتی ہے مثلاً صدقہ انسان کی حفاظت کرتا ہے صلۂ رحم عمر کو بڑھاتا ہے قطع رحم اجل کو قریب کر دیتا ہے دُعا بلاء کو دور کر دیتی ہے بعض چیزوں کا کھانا پینا موت کو جلد بلا دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

''قرآن کا ایک علمی مسئلہ کی طرف توجہ دلانا''

شاید ہمیں قرآن کریم میں بہترین علمی نمونہ مل جائے جس سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ انسان ایک طویل عرصہ تک زندہ رہ سکتا ہے، اس قرآنی آیت کو پڑھیں جس میں حضرت یونسؑ نبیٔ خدا کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن اشارہ کرتا ہے کہ انسان طویل مدت تک باقی رہ سکتا ہے اور ممکن ہے یہ مدت کھینچ کر قیامت تک جا پہونچے یعنی ایک انسان قیامت تک بھی زندہ رہ سکتا ہے، پس اگر وہ (یونس) ہماری تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو وہ مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک رہتے یہاں واضح اشارہ کیا گیا ہے کہ نبی خدا حضرت یونسؑ کا بطنِ ماہی قیامت تک زندہ رہنا ممکن تھا (لَلَبِثَ فِی بَطنِہٖ) نیز قیامت تک اس مچھلی کا باقی رہنا بھی ممکن تھا (سورہ الصافات آیۃ نمبر ۱۳۹_۱۴۴)

تو امامؑ کا طویل مدت تک زندہ رہنا جو کہ عام انسانوں کی مدت زندگی

سے تجاوز کر چکی ہے یہ بات نہ تو علمی امکان سے ٹکراتی ہے اور نہ ہی عقلی و فلسفی امکان سے اس لئے اکثر لوگوں کی عام زندگی سے تناقض نہیں رکھتی ہے کیوں کہ تناقض کے لئے آٹھ وحدت درکار ہے اور اگر کوئی ایک وحدت باقی نہ رہی تو تناقض حاصل نہ ہوگا اور منجملہ ان وحدتوں کے وحدت موضوع ہے، چنانچہ دو جملوں میں اگر موضوع ایک نہ رہا بلکہ الگ الگ ہوگیا تو تناقض حاصل نہیں ہوگا اور واضح سی بات ہے کہ مقام بحث میں موضوع مختلف اور الگ الگ ہے۔

دوسری دلیل: تاریخی دلیل ہے جسکو ہم قرآن مجید میں مُلاحظہ کر سکتے ہیں قرآن میں خدا حضرت نوحؑ کی طویل زندگی کے بارے میں گفتگو کرتا ہے وہ بھی بعثت کے بعد والی تبلیغی عمر کے بارے میں (سورۂ العنکبوت آیت ۱۲) میں ذکر ہوتا ہے" اور بتحقیق ہم نے نوحؑ کو انکی قوم کی طرف بھیجا وہ اپنی قوم میں ۹۵۰ سال تبلیغ کرتے رہے طوفان نے انھیں اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ لوگ ظالم تھے " قرآن میں حضرت نوحؑ کی اس عمر کا تذکرہ ہے جو انھوں نے بعثت کے بعد قوم میں گذاری ہے لیکن انکی تمام عمر بعثت کے بعد والی عمر سے بھی زیادہ ہے جسکا تاریخی کتابوں میں ذکر موجود ہے۔ تو جب اللہ کا ارادہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت نوح کو اتنی لمبی زندگی عطا کرے تا کہ وہ طوفان ... مد رسالت کا کردار ادا کریں اور ایک نئے انسانی معاشرہ کی تشکیل کریں تو

کیا مانع ہے کہ ارادۂ الٰہی حضرت امام مہدیؑ کو اتنی لمبی عمر عطا کرے جس سے وہ ہدایت کرتے رہیں اور نئے سرے سے عالم کی تعمیر کریں ان خطرناک طوفانوں کے بعد جنہوں نے عالم کو تباہ و برباد کر رکھا ہے۔

تیسری دلیل، الٰہی معجزہ :

ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ بڑھاپا اور موت دو ایسے یقینی قانون الٰہی ہیں جنہیں کسی بھی حال میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے اور کسی بھی صورت میں ان سے فرار ممکن نہیں، لیکن کیا خدا اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ طبیعی قانون کو معطل کر دے جب اس میں کوئی مصلحت ہو ایسا ہوا ہے کہ خداوند عالم نے بہت سے قوانین طبیعی کو بعض انبیاء علیہم السلام کے لئے معطل کر دیا جب اسکی مصلحت اور حکمت کا تقاضا ہوا۔

یہاں پر ہم بعض مثالیں پیش کر رہے ہیں:

ا. خدا نے حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کو ٹھنڈا کر دیا یعنی (آگ کا فطری قانون یہ ہے کہ وہ جلائے) لیکن جلانے کا قانون ختم ہو گیا اور اللہ نے قرآن پاک میں اسکو محفوظ کر دیا چنانچہ خدا کا ارشاد ہے "اے آگ ابراہیمؑ کے لئے ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا ذریعہ بن جا"

یہاں وہ طبیعی قانون منجمد ہو گیا اور وہ قانون جسکو خدا نے آگ میں ودیعت کیا معطل ہو کر رہ گیا تو الٰہی ارادہ جس نے یہ فطری قانون بنایا اس میں اتنی قدرت ہے کہ وہ اس قانون کو روک دے جب اسکی مصلحت اور حکمت کارفرما ہو۔

۲. خدا نے حضرت موسیٰؑ کے لئے پانی کی روانی اور بہاؤ کے قانون کو ختم کر دیا اور اسکو بھی قرآن میں محفوظ کر دیا۔

اصحاب موسیٰؑ نے کہا کہ بیشک ہم تک وہ پہونچ جائیں گے (جناب موسیٰؑ) نے کہا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا بیشک میرا رب میری رہنمائی کرے گا پس ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا پتھر پہ مارو تو دریا شگافتہ ہو گیا، قَالَ اَصْحَابُ مُوسىٰ اِنَّا لَمُدْرَكُونَ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ فَاَوْحَيْنَا اِلىٰ مُوسىٰ ... . تو یہاں پر قدرت الٰہی نے انبیاء میں سے ایک نبی اور اسکے ساتھ جو مومنین تھے انکی حفاظت کے لئے مداخلت کی اور پانی کے اندر ودیعت شدہ قانون روانی کو ختم کر دیا یعنی سمندر میں جمود پیدا کر دیا

۳. خداوند عالم نے سماعت کے قانون کو کو ختم کر دیا اصحاب کہف کے قصہ میں، اس کو قرآن مجید میں خدا نے یوں ذکر کیا " فَضَرَبْنَا عَلىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ ..... سِنِينَ عَدَداً " ہم نے غار میں انکے کانوں کو بند رکھا ایک

مدت تک، وَلَبِثُوا فِی کَهفِهِم ثَلاثَ مِائَة سنین ...... وَازْدَادُوا تِسْعاً. وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال تک رہے اور پھر نو سال بڑھائے گئے یعنی تین سو نو سال رہے

۴. خداوند عالم نے شب ہجرت جب رسول خدا گھر سے نکلے تو کفار کی آنکھوں سے قانون بصارت کو معطل کر دیا جناب رسالتمآبؐ اپنے گھر سے نکلے اور مشرکین مکہ، گھر کا محاصرہ کئے ہوئے آنحضرت کی ہر حرکت پر چوکنّا تھے خدائے تعالیٰ نے انکی بصارت پر ایسا پردہ ڈالا کہ وہ لوگ رسولؐ خدا کو نہ دیکھ سکے اور حضور اکرمؐ انکے شر اور اذیت سے محفوظ رہے۔

یہ تمام مثالیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ الٰہی قدرت بعض طبیعی قوانین کو معطل کرنے میں بعض اوقات مداخلت کرتی ہے تو پھر کون سا حرج ہے اگر خداوند عالم اپنے ہی بنائے ہوئے قانون کو روک دے اور امام مہدیؑ کے لئے پیری اور موت کے قانون کو منجمد کر دے تا کہ وہ تمام عالم میں اپنے عظیم کارنامے کو انجام دے سکیں۔

چوتھی دلیل : روایاتی دلیل :

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام سے جو روایات وارد ہوئی ہیں ان میں صراحت کے ساتھ امامؑ کے وجود نیز انکے طول

عمر کا ذکر موجود ہے۔

ان روایات کو چند گروہ پر تقسیم کیا جاسکتا ہے

الف. وہ روایات جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے اور زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی چنانچہ انھیں روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ: "مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهِ... مَاتَ مِیتَةً جَاهِلِیَّةً" جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے اور مرجائے تو اسکی موت جاہلیت کی موت ہوگی اور دوسری روایت یہ ہے کہ "لَا تَخْلُوا الأرضُ مِن قَائِمٍ بِحُجّةِ اللّٰهِ اِمّا ظَاهِرٌ مَشهُورٌ وَاِمّا خَائِفٌ مَغمُورٌ لِئَلاَ تَبطُلَ حُجَجُ اللّٰهِ وَ بَیِّنَاتُهُ" زمین کبھی حجت الٰہی سے خالی نہیں ہوگی جو حجت خدا ہوگا یا وہ ظاہر ہوگا اور لوگوں کے درمیان ہوگا، یا پھر پوشیدہ و خائف ہوگا تا کہ خدا کی حجتیں اور اسکی واضح دلیلیں باطل قرار نہ پائیں،

ب. وہ روایات جن میں امامؑ کی غیبت کا تذکرہ کیا گیا ہے:

انہیں روایات میں سے جناب رسولؐ خدا کا یہ ارشاد ہے: "اَلْمَهْدِیُّ مِنْ وُلْدِی اِسْمُهُ اِسْمِیْ وَ کُنیَتُهُ کُنیَتِی اَشبَهُ النَّاسِ بِیْ خَلقاً و خُلقاً تَکُونُ لَهُ غَیبَةٌ وَ حِیدَةٌ تَضِلُّ الأُمَمُ ثُمَّ یُقبِلُ کَالشِّهَابِ الثَّاقِب

،فَیَمْلأُھَا عَدْلاً وَقِسطاً "

حضرت مہدیؑ میری اولاد میں سے ہونگے انکا نام میرا نام ہوگا، اور انکی کنیت میری کنیت ہوگی، اور وہ میرے بہت زیادہ ہم شکل وہم سیرت ہونگے انکی ایک طولانی غیبت ہوگی، جس میں امتیں گمراہ ہو جائیں گی پھر وہ شہاب ثاقب کی مانند ظہور کریں گے (وہ ستارہ جورات میں سب سے زیادہ چمکتا ہے) اور زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

ج. وہ روایات جن میں بیان کیا گیا ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک امام منتظرؑ کا ظہور نہ ہو جائے۔ انہیں احادیث میں سے جناب رسالتمآبؐ کی ایک حدیث یہ ہے کہ "لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّیٰ تَمْلأَ الْأَرْض ظُلْماً وَجَوْراً وَعُدْوَاناً ثُمَّ یَخْرُجُ مِنْ أھْلِبَیْتِیْ مَنْ یَمْلأ ھَا قِسْطاً وَعَدْلاً کَمَا مُلِئَتْ ظُلْماً وَجَوْرَاً " قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک زمین ظلم وجور وستم سے پُر نہ ہو جائے پھر میرے اہلبیتؑ میں سے وہ نکلے گا جو اس دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

د. وہ روایات جن میں حضرت امام مہدیؑ کو بعض ان انبیاءؑ

سے تشبیہ دی گئی ہے جن کی عمر طولانی تھی ۔ان روایات میں سے یہ روایت بھی ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام قائم میں شباہت پائی جاتی ہے حضرت نوحؑ ،حضرت ابراہیمؑ ،حضرت موسیٰؑ ،حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد علیھم افضل الصلاۃ والسلام سے ،اوراس میں حضرت نوحؑ سے جوشباہت دی گئی ہے وہ طول عمر کے لحاظ سے ہے (حضرت نوحؑ بعثت کے بعد ساڑھے نوسو سال زندہ رہے بعثت سے پہلے کی عمر کے علاوہ)

ھ. وہ روایات جن میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ امام جس وقت ظہور کریں گے اس وقت طول عمر کے باوجود جوان رہیں گے انہیں روایات میں یہ روایت ہے جو امام علی رضا علیہ السلام سے وارد ہوئی ہے کہ " قَالَ : عَلامَتُهُ أَن يَّكُونَ شَيخَ السِنّ ،شَابَّ المَنظَر حَتّیٰ اَنّ النَّاظِرَ اِلیهِ لَیَحْسَبَهُ ابْنَ الأَرْبَعِینَ سَنَةً اَوْدُوْنَهَا " امام علی رضاؑ امام زمانہ عجّل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ انکی علامت یہ ہوگی کہ سن کے اعتبار سے بزرگ اور شکل وشمائل کے کے اعتبار سے جوان ہوں گے یہاں تک کہ انکو دیکھنے والا یہ گمان کریگا کہ انکی عمر چالیس سال یا اس سے بھی کم ہے،

اور امام جعفر صادقؑ ایک روایت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ " لَوْقَامَ القَائِمُ لَاَ نکَرَهُ النَّاسُ لِاَنّهُ یَرجِعُ اِلیهم ...شَابّاً مو فّقاً "

جب امام منتظرؑ ظہور کریں گے تو لوگ انکا انکار کردیں گے اسلئے کہ وہ لوگوں سے ملیں گے تو مکمل جوان ہوں گے

ایک دوسری روایت میں امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ "اِنَّ فِي صَاحِبِ الزَّمانِ شَبَهاً مِن يُونُسَ عَلَيهِ السَّلامُ رُجُوعُهُ مِنْ غَيْبَتِه بِشَرْخِ الشَّبَابِ"

امام زمانہؑ میں حضرت یونسؑ سے شباہت پائی جاتی ہے یعنی غیبت کے بعد عالم جوانی میں پلٹنا۔

امام مہدیؑ کا عقیدہ شیعوں کی ایجاد نہیں

امام مہدیؑ کے عقیدہ کے خلاف بہت ساری سازشیں کی جارہی ہیں ایسے ماحول میں ہمیں چاہئے کہ ان سازشوں کو مقابلہ کریں اور آنیوالی نسلوں میں امام زمانہؑ کے مسئلہ کے تئیں فکری، عقائدی اور تاریخی شعور وادراک کو بلند وبالا کریں، اس عقیدہ کی حقیقت کو ذہنوں میں پختہ کریں اور اس عقیدہ کی صحیح تصویر سے جو کہ مسلّمات اسلام میں سے ایک ہے، آشنا کرائیں میں اپنی گفتگو کے دوران کوشش کروں گا کہ ایک شبہہ کو برطرف کروں جو ہمیشہ امام زمانہؑ کے بارے میں کیا جاتا ہے اور یوں تو بہت سے شبہات ہیں جو مسلمانوں کے ذہنوں میں امام زمانہؑ کے بارے میں سیاسی اور مذہبی پس منظر میں یا جہالت وبے خبری کے نتیجہ میں بوئے گئے ہیں۔

شبہہ ہے کیا ؟

وہ شبہہ کچھ اس طرح ہے کہ مسئلہ مہدویت کو مذہبی ٹائیٹل دے دیا گیا ہے۔ ہماری مراد مذہبی ٹائیٹل سے یہ ہے کہ مسئلۂ امام منتظر علیہ السلام کو مذہب

کے دائرے میں محدود کردیا جائے، یعنی اس کو صرف مذہب تشیع میں منحصر کردیا جائے اور اسکو مذہبی رنگ دے کر بطور عموم ایک اسلامی مسئلہ ہونے کے دائرے سے الگ کردیا جائے

اکثر وہ تحریریں اور وہ بحثیں جن میں اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے ہم نے ان میں اسکو وہی مذہبی رنگ دیتے ہوئے دیکھا ہے اگر چہ اکثر وہ بحثیں علمی نہیں ہیں اور نہ ہی ایسا اسلوب اختیار کیا گیا ہے جس میں صحیح نہج پہ مسئلہ کو پیش کیا گیا ہو بلکہ اپنے مقصد تک پہونچنے کے لئے بے جوڑ، غیر عقلی، بے بنیاد اور تعصبی گفتگو کی گئی ہے اور ان پہ کلامی وخطابی تاثرات کا اسلوب غالب ہے اس لئے یہ بات عجیب نہیں کہ ہمیں ان تحریروں میں ذیل کی تعبیرات دیکھنے کو ملیں

☆ عقیدۂ امام مہدیؑ شیعوں کا بدعتی عقیدہ ہے۔امام مہدیؑ کا مسئلہ رافضیوں کا ایجاد کردہ اور من گھڑت افسانوی فکر ہے اور اس کے علاوہ بہت ساری تعبیریں جو واقعیت سے خالی ہیں اور اس قسم کی گفتگو دو باتوں میں سے ایک پہ ضرور دلالت کرتی ہے

(۱) دشمنی وعناد اور اندھا تعصب،

(۲) جہالت اور مسئلۂ مہدویت کے تئیں تاریخی اور احادیثی نقطۂ نظر سے بے خبری و بے نظری۔

امام زمانہ علیہ السلام کا عقیدہ ایک عام اسلامی عقیدہ ہے

کتب حدیث اور شیعہ وسنی مختلف اسلامی منابع پر سرسری لیکن عادلانہ نگاہ ڈالیں تو ہم واضح طریقہ سے مسئلہ کی حقیقت تک پہونچ سکتے ہیں کیونکہ یہ مسئلہ اصل رسالت تک منتہی ہوتا ہے، عام اسلامی رنگ کا حامل ہے اس میں بے شمار دلائل وبراہین کا وافر سرمایہ موجود ہے جس کے بعد کسی شک وشبہہ اور تردّد کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، ہم ان لوگوں کو جو اس بات پر بضد ہیں کہ اس مسئلہ کو صرف مذہب شیعہ کی حد تک محدود کردیں۔اور شیعوں کا ہی ایجاد کردہ اور خیالی مسئلہ ہے ان کو ہم ان سنی احادیث کی کتابوں کا حوالہ دیں گے جن کی تعداد دسیوں ہے۔

ہمارا ان سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ لوگ تھوڑی سی زحمت کر کے اور معمو، سی تکلیف گوارا کر کے اپنے ہی برادران اہلسنت کی درج ذیل احادیث کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

(۱) عقد الدّرر فی اخبار المنتظر : یہ کتاب ساتویں صدی ہجری کے عالم یحییٰ ابن یوسف کی ہے۔

(۲) البیان فی اخبار صاحب الزمان : یہ کتاب جناب حافظ گنجی شافعی کی ہے جن کا شمار ساتویں صدی کے علماء میں ہوتا ہے۔

(۳) نورُالابصار : یہ علاّمہ شبلنجی کی کتاب ہے۔

(۴) الفصول المهمّه فی معرفة الأئمه : ابن صبّاغ مالکی کی کتاب ہے۔

(۵) تذكرة خواص الأمّةُ : یہ سبط ابن جوزی حنفی کی کتاب ہے۔

(۶) الفتوحات المكيّة : یہ محی الدین ابن عربی کی کتاب ہے۔

(۷) اسعاف الراغبين فی سيرة المصطفیٰ وفضائل اهل بيته الطاهرين : یہ شیخ محمد الصبان کی کتاب ہے۔

(۸) ینابیع المودّة : یہ شیخ سلیمان بلخی حنفی کی کتاب ہے۔

(۹) مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول : یہ محمد ابن طلحہ شافعی کی کتاب ہے۔

(۱۰) اليواقيت والجواهر : یہ شیخ شعرانی مصری کی کتاب ہے۔

(۱۱) فصل الخطاب : یہ حافظ محمد بن البخاری کی کتاب ہے۔

(۱۲) تواريخ مواليد الأئمة ووفياتهم : یہ علامہ ابن خشاب

کی کتاب ہے۔

یہ فہرست ان چند کتابوں کی ہے جو علماء اہل سنت نے لکھی ہیں جن میں وہ تاکید کے ساتھ امام زمانہؑ کے قضیہ کو ثابت کرتے ہیں بلکہ شیعوں کے ساتھ امام علیہ السّلام کے مسئلہ ولادت وحیات میں شریک نظر آتے ہیں کہ امامؑ کی ولادت ہو چکی ہے اور وہ ابھی تک زندہ ہیں نیز وہ بارہ اماموں میں آخری اور بارہویں امام ہیں۔

تو جن حضرات کا یہ گمان ہے کہ عقیدہ امام زمانہؑ شیعوں کی اُپج ہے انہیں چاہئے کہ اپنے ہی بزرگ ومعتبر علماء کی تالیف کردہ کتابوں کی طرف رجوع کریں تاکہ انکے لئے یہ بات واضح ہو جائے کہ اس مسئلہ کا اسلامی نظر سے کیا مقام ہے اور روشن ہو جائے کہ یہ مسئلہ اسلامی مسلّمات اور واضح عقائد میں سے ایک ہے، اصولی طور پر فہم وشعور سے بحث کی جائے تو ہم اس ایمان پر پہونچیں گے کہ امام زمانہؑ کا مسئلہ ایک عام اسلامی مسئلہ ہے اور ایک ایسا عقیدہ ہے جسکی نشو ونما آغاز اسلام سے ہوئی اور خود رسولؐ اسلام نے اسکی بنیاد ڈالی ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسکو مختلف اسلامی منابع میں موجود متواتر احادیث وروایات اجاگر کرتی ہیں اور ہمارے بعض محقق اور صاحب نظر علماء نے ان احادیث کی تعداد کا جو امام زمانہؑ کے بارے میں شیعہ وسنی کتابوں میں وارد ہوئی ہیں احصاء کیا ہے تو ان کی تعداد ۶۰۰۰ چھ ہزار

حدیث تک پہونچتی ہے۔

تو کیا اس کے بعد گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ کوئی انسان آئے اور یہ دعویٰ اور گمان کرے کہ یہ عقیدہ شیعوں کا بنایا ہوا اور رافضیوں کا ایجاد کردہ ہے، یقیناً یہ اندھا تعصب اور جاہلانہ واحمقانہ پیروی ہے۔ جو اسلامی کتب حدیث سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے، اور عقیدۂ مہدویت کے دفاع میں خود موجودہ دور کے علماء اہلسنت کی لکھی ہوئی کتابیں کافی ہیں چنانچہ آپ ذیل کی کتاب بنام۔ ''الرَّدُّ علیٰ مَنْ کَذَّبَ الأحَادِیْث الصحیحةِ فِی المَهدیّ المُنْتَظر'' (مہدی منتظرؑ کے بارے میں صحیح احادیث کی تکذیب کرنے والوں کی رد) کا مطالعہ کریں، اس کتاب کے لکھنے والے مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں مؤلف ہذا نے یہ کتاب قطر کے ایک قاضی کی تألیف کردہ کتاب بنام ''لا مهدی منتظر بعد الرسول سید البشر'' (رسول سید البشر کے بعد کسی مہدی منتظر کا وجود نہیں) کے جواب میں لکھی ہے، اور جواب بہت ہی موزوں اور علمی ہے، جس میں مؤلف نے یہ ثابت کیا ہے کہ امام مہدیؑ کا عقیدہ اسلام کے اصل عقائد میں سے ایک ہے، اس پر صحیح احادیث، وروایات دلالت کرتی ہیں جو صحاح ومسانید میں موجود ہیں اور جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ مسئلہ مسلّمات اسلامی میں سے ہے، جس میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ برادران اہل سنت سے ہماری خواہش ہے کہ وہ اس قسم کی کتابوں کا

مطالعہ کریں تا کہ انہیں پتہ چلے کہ اسلام میں اس مسئلہ کی کتنی اہمیت ہے اور اسکے بارے میں احادیث متواتر اور روایات متکاثر اتنی زیادہ ہیں کہ جس کے بعد انکار اور شک وشبہہ کا محل نہیں رہ جاتا میں یہاں پہ اس کتاب کے بعض فقرات پہ اپنا نوٹ لگانا چاہتا ہوں کیونکہ باوجود اسکے کہ یہ کتاب اچھی ہے اور اس کتاب میں جو دلیلیں دی گئی وہ علمی، دقیق اور مطمئن کن ہیں جس سے کاتب کی وسیع معلومات اور علمی برتری کا اندازہ ہوتا ہے لیکن مؤلف جس وقت سنی اور شیعہ کے درمیان عقیدۂ مہدویت میں فرق پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہی پرانی تقلیدی باتیں دہرانے پہ آتے ہیں تو حقیقت اور صواب سے دور ہوجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر پہونچ کر مؤلف نے اپنی اصولی موزونیت، علمی حیثیت اور فنّی موقعیت کھودی ہے، کیونکہ وہی روایتی اور موروثی باتیں بار بار دہرائی ہیں جنکا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔

اور بہت ہی افسوس کی بات یہ ہے کہ جن صاحبان قلم اور اساتذہ سے یہ امید ہوتی ہے کہ وہ علمی اور اصولی بحث کریں گے وہ ایسی پستیوں میں گر جائیں اور ایسی اختلاف انگیز باتوں میں پڑ جائیں جو کہ علمی بحث اور منطقی تحقیق کے اصول کے خلاف ہے۔

میں آپ لوگوں کے سامنے مؤلف ہذا کے بعض وہ فقرے نقل کرتا ہوں جنکو پیش کر کے انہوں نے بحث وتمحیص کی اصولی حیثیت کے بڑے حصہ کو

ضائع کردیا ہے، وہ بعض فقرے حسب ذیل ہیں :

☆ جس امام مہدیؑ پہ شیعہ عقیدہ رکھتے ہیں یہ وہ امام مہدیؑ نہیں ہیں جنکو احادیث وروایات میں پیش کیا گیا ہے،

☆ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام مہدیؑ سرداب میں غائب ہوئے اور وہیں سے خروج وظہور کریں گے،

☆ ہر روز شیعہ گھوڑے لے کر باب سرداب کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں اے مہدیؑ آپ خروج کریں،

ان جھوٹی تہمتوں کا جواب :

نہیں ـــــ اے استاد اس طرح بات نہیں کہی جاتی اور گفتگو کا یہ اسلوب نہیں ہوتا ہے،

آپ کو معلوم ہو کہ شیعہ اسی امام مہدیؑ پر عقیدہ رکھتے ہیں جنکی بشارت جناب رسولؐ خدا نے دی ہے اور جنکے صفات وخصوصیات کو آنحضرتؐ نے کچھ یوں بیان کیا ہے کہ ۔

☆ امام مہدیؑ آل محمدؐ سے ہوں گے۔ امام مہدیؑ عترت رسولؐ سے ہوں گے،

☆ امام مہدیؑ اہلبیت رسولؐ سے ہوں گے: امام مہدیؑ علی ابن ابی طالبؑ

کی اولاد سے ہوں گے امام مہدیؑ حضرت فاطمہ زہراؑ کی اولاد سے ہوں گے،

☆ امام مہدیؑ امام حسینؑ کی ذریت سے ہوں گے امام مہدیؑ حضرت امام صادقؑ کی ذریت سے ہوں گے امام مہدیؑ حضرت امام حسن عسکریؑ کی اولاد ہوں گے،

☆ امام مہدیؑ ائمہ اہلبیتؑ کے سلسلۂ زرّیں میں بارہویں امام ہوں گے،

☆ امام مہدیؑ جناب رسولؐ سے مشابہ ہوں گے خُلق وخلقت میں، اور نام وکنیت میں۔

یہ وہ امام مہدی منتظر ہیں جنکے بارے میں روایات اور احادیث وارد ہوئی ہیں، اور یہی وہ امام مہدیؑ ہیں جن پر شیعہ عقیدہ وایمان رکھتے ہیں شیعہ اسی امام مہدیؑ پہ عقیدہ رکھتے ہیں جن کو رسول اسلام نے پیش کیا ہے۔ انکے علاوہ کسی دوسرے مہدی پر وہ ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

اور پھر شیعوں کا نہ یہ ایمان ہے اور نہ عقیدہ ہے کہ امام مہدیؑ سرداب میں غائب ہوئے اور سرداب سے نکلیں گے، اور نہ ہی وہ ایسے کام انجام دیتے ہیں جن کا سوائے انھیں بے سر وپیر کی لکھنے والے ارباب قلم ومؤلفین کے ذہنوں کے کہیں اور وجود نہیں ہے،

شیعوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ امام مہدیؑ مکۂ مکرمہ میں ظاہر ہوں گے اور لوگوں سے خانۂ خدا کے پاس رکن ومقام کے درمیان بیعت لیں گے یہی

شیعوں کا عقیدہ ہے اس کے علاوہ دوسرا کوئی عقیدہ نہیں ملے گا یہاں تک کہ عوام اوراَن پڑھ شیعوں کے یہاں بھی یہی عقیدہ ملے گا۔

بہرحال یہ کتاب اشتباہات اور مختلف نشیب وفراز کے باوجود اچھی کتاب ہے۔ کیونکہ اس میں امام مہدیؑ کے عقیدہ پہ بڑی واضح دلیلیں دی گئی ہیں۔

اسی مؤلف کی ایک دوسری کتاب ہے جسکا نام ہے !

"عقیدۃ اھل السّنۃ والأثر فی المھدی المُنتظر"

(اہل سنت کا عقیدہ اور روایات مہدی مُنتظر کے بارے میں)

اس کتاب میں بھی مؤلف نے امام زمانہ کے عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے بہت سے دلائل پیش کئے ہیں اور ان اصحاب رسولؐ کے نام گنائے ہیں جنہوں نے امام زمانہؑ کے بارے میں احادیث نقل کی ہیں چنانچہ اپنی اس کتاب میں ۲۶ صحابیوں کے نام درج کئے ہیں پھر ان ائمہ حدیث کے نام لکھے ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں میں امام مہدیؑ کے بارے میں احادیث نقل کی ہیں چنانچہ ۳۶ ائمہ حدیث کے نام ذکر کئے ہیں، اور انکی کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے جن میں انہوں نے امام مہدیؑ کے ظہور کی بابت گفتگو کی ہے، اس کے بعد جن علمائے اہل سنت کی امام مہدیؑ کے بارے میں تألیفات ہیں انکا ذکر کیا ہے اور جو لوگ امام مہدیؑ کے منکر ہیں انکے ساتھ اچھے انداز میں علمی بحث

ومباحثہ کیا ہے لیکن پھر سابق کی طرح کھائی میں گر جاتے ہیں اوران بہتان انگیز باتوں سے خود کو نہیں بچاپاتے جنکو اندھی، متعصب اور بند ذہنیتوں نے وضع ونشر کیا ہے۔

اس دوسری کتاب پر ہمارا ملاحظتی نوٹ یہ ہے کہ اس کتاب میں مؤلف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام مہدیؑ، امام حسین علیہ السّلام کی اولاد سے نہیں ہیں جیسا کہ شیعوں کا خیال ہے بلکہ وہ امام حسنؑ کی اولاد سے ہیں اور اپنے اس نظریہ کی نئی علت یہ بیان کی ہے کہ چونکہ امام حسنؑ خلافت سے دستبردار ہو گئے لہذا خدا نے اُس کا عوض انہیں یہ دیا کہ امام مہدیؑ کو انکی اولاد میں سے قرار دے دیا۔ لیکن امام حسینؑ نے چونکہ خلافت کا مطالبہ کیا اس لئے وہ اس عطاء ربّانی سے محروم رہ گئے۔ میں اس کلام پر تبصرہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا کیونکہ یہ تو اٹکل پچّو اور بے بنیاد گفتگو ہے اور نہایت پوچ اور احمقانہ تعلیل ہے اس لئے کہ احادیث وروایات واضح اور صریحی طور پر دلالت کرتی ہیں کہ امام مہدیؑ امام حسینؑ کی اولاد سے ہیں۔

شیخ ابن باز کی تقریر

شیخ عبدالعزیز ابن باز مدینۂ منورہ میں "الافتاء والدعوۃ" کے صدر ہیں انکی ایک تقریر ہے امام زمانہؑ کے بارے میں جس میں انہوں نے امام مہدیؑ کے عقیدہ کو ثابت کیا ہے اور اسکے منکرین کی رد کی ہے تقریر بہت اچھی ہے لیکن اس تقریر پر میرے ملاحظاتی دو تبصرے ہیں۔

پہلا تبصرہ : شیخ ابن باز کا دعویٰ ہے کہ امام مہدی منتظر وہی محمد ابن عبداللہ حسنی علوی ہیں

ہم اس دعویٰ کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام مہدی منتظر وہی امام محمد ابن حسن عسکری علیہما السلام ہیں جو کہ سلسلۂ امامت کے بارہویں امام ہیں جسے احادیث وروایات میں بیان کیا گیا ہے اور کثیر وجم غفیر علماء اہل سنت نے اس مسئلہ میں ہماری تائید کی ہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

دوسرا تبصرہ: شیخ ابن باز اپنی تقریر میں ان احادیث کا ذکر کرتے ہیں جو جناب رسولؐ اللہ سے روایت کی گئی ہیں اور جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ائمہ بارہ ہوں گے یا خلفاء بارہ ہوں گے یا امراء بارہ ہوں گے (روایات کے اختلاف کے بموجب) اور یہ احادیث صحیح ہیں اور کُتب حدیث میں موجود ہیں

یہاں تک کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں بھی انکا ذکر ہے چنانچہ وہ ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد انکی تشریح بیان کرتے ہوئے ان بارہ اماموں یا خلیفوں یا امیروں کے مصادیق کو معین کرنے کی سعی کرتے ہیں جنکی امامت وزعامت کے زیر سایہ دین اور رسالت کی بقاء ہے جنکی اطاعت وپیروی واجب ہے، جن سے تمسک، جنکی اقتداء اور جنکے راستہ پر چلنا ضروری ہے، تو وہ بارہ امام ہیں کون؟

ابن باز کے اجتہاد کے لحاظ سے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) ابوبکر (۲) عمر (۳) عثمان (۴) علی ابن ابی طالب (۵) معاویہ ابن ابی سفیان (۶) یزید ابن معاویہ (۷) عبدالملک ابن مروان (۸) ولید ابن عبد الملک (۹) سلیمان ابن عبد الملک (۱۰) یزید ابن عبد الملک (۱۱) ہشام ابن عبدالملک (۱۲) عمر ابن عبدالملک

ابن باز کے خیال میں یہی وہ ائمہ ہیں جن کے بارے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَا یَزَالُ اَمرُ هٰذَا الدِّینِ قَائِماً مَا وَلِیهُم اِثنا عَشَرَ اِمَاماً کُلّهُم مِنْ قُرَیش"

(اس دین کا مشن اس وقت تک باقی رہے گا جب تک امت اسلام کو

بارہ امام کی ولایت ورھبری حاصل ہے اور یہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

مجھے نہیں معلوم کہ جس وقت یہ علماء اور مؤلفین اس قسم کے آراء وافکار پیش کرتے ہیں تو اس وقت وہ اپنی عقلوں اور ضمیروں کو کہاں رکھ دیتے ہیں، اور میں نہیں چاہتا کہ جن شخصیتوں کو ابن باز نے ائمہ مسلمین قرار دینے کی کوشش کی ہے ان میں سے اکثر کی فائلیں کھولوں کیونکہ تاریخ کی کتابیں ابن باز کے پیش کردہ اکثر ائمہ، خلفاء اور امراء کے جرائم اور گھناؤنے کارناموں کے سیاہ صفحات سے بھری ہوئی ہیں ہم صحیح معنوں میں ائمہ، خلفاء یا امراء والی احادیث کی تفسیر اور انکے واقعی مفہوم کو نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ اس عقیدہ کو اپنا نہ لیں جو شیعوں کا اعتقاد ہے۔ چنانچہ شیعوں کے ایمان وعقیدہ کے اعتبار سے بارہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام

(۲) حضرت امام حسن ابن علی علیہ السلام

(۳) حضرت امام حسین ابن علی علیہ السلام

(۴) حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام

(۵) حضرت امام محمد ابن علی الباقر علیہ السلام

(۶) حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق السلام

(۷) حضرت امام موسیٰ ابن جعفر الکاظم علیہ السلام

(۸) حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام

(۹) حضرت امام محمد ابن علی الجواد علیہ السلام

(۱۰) حضرت امام علی ابن محمد الھادی علیہ السلام

(۱۱) حضرت امام حسن ابن علی العسکری علیہ السلام

(۱۲) حضرت امام محمد بن الحسن المہدی المنتظر علیہ السلام

''بعض محققین کا اعتراض''

میں چاہتا ہوں کہ اپنی گفتگو کے آخری مرحلہ میں اس اعتراض پر بحث کروں جسکو بعض وہ محققین پیش کرتے ہیں جو مسئلہ مہدویت کے منکر ہیں، ان حضرات کا اعتراض یہ ہے کہ جب مسئلہ اتنا واضح ہے اور اسکے متعلق بہت ساری احادیث موجود ہیں تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم جیسی دو اہم کتب احادیث میں انکا ذکر کیوں نہیں ہے، احادیث مہدیؑ کو تمام صحاح نے ذکر کیا ہے مثلاً صحیح ترمذی ،مسند احمد ابن حنبل، سنن ابی داؤد ونسائی وابن ماجہ نے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ برادران اہل سنت کی دیگر معتبر کتابوں میں انکا ذکر موجود ہے سوائے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے تو صحیحین کی اہمیت کے پیش نظر اور اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ صحیحین میں احادیث مہدیؑ کا وجود نہیں ہے، مسئلہ مدھم پڑ جاتا ہے

اور اسکی تصدیق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب :

ہم اس اعتراض کا جواب چند نقطوں کے ذیل میں پیش کررہے ہیں :

پہلا نقطہ : صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تمام احادیث صحیحہ نقل نہیں کی گئی ہیں اسکا اعتراف خود بخاری صاحب کو ہے کہ میں نے تمام احادیث صحیحہ کو درج نہیں کیا ہے بلکہ جنہیں ذکر نہیں کیا ہے انکی تعداد کہیں زیادہ ہے ان احادیث کی بہ نسبت جو اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں اور بہت سے علماء اور ائمہ حدیث کا کہنا ہے کہ صحیح احادیث کی ایک بڑی تعداد ہے جو بخاری اور مسلم میں نقل نہیں کی گئی ہے اسی لئے حاکم جیسے ایک بڑے عالم نے ایک اہم کتاب تألیف کی جسکا نام (مستدرک الصحیحین) رکھا۔ اس میں بہت بڑی تعداد میں صحیح احادیث کو جمع کیا ہے بخاری اور مسلم کی شرط اور معیار کے مطابق جو وہ اپنی کتاب کی احادیث کے لئے لازم اور معتبر جانتے ہیں اور اسکے باوجود انہوں نے اپنی صحیح میں ان کو ذکر نہیں کیا ہے، تو ایسا نہیں ہے کہ تمام وہ احادیث جنکو بخاری اور مسلم نے نقل نہیں کیا وہ قابل قبول یا صحیح نہیں ہیں۔

دوسرا نقطہ : برادران اہلسنت کے یہاں بعض مسائل ایسے ہیں جنہیں مسلمات کا درجہ حاصل ہے اور انکا ان پر ایمان ہے اور انکو ثابت و قطعی سمجھتے

ہیں۔ لیکن صحیح بخاری و مسلم میں ان کا ذکر مطلق ہوا ہی نہیں، چنانچہ برادران اہلسنت کے نزدیک شہرت یافتہ احادیث میں عشرۂ مبشّرہ والی حدیث ہے (اگر چہ ہمارے اعتبار سے یہ حدیث قابل قبول نہیں) (یعنی دس وہ صحابی جنکو جناب رسولؐ خدا نے جنّت کی بشارت دی ہے) لیکن اس حدیث کو نہ بخاری نے نقل کیا ہے اور نہ ہی مسلم نے۔

تو اگر امام مہدیؑ سے متعلق احادیث صرف اس وجہ سے قابل قبول نہیں ہیں کہ بخاری و مسلم نے انکو ذکر نہیں کیا ہے تو پھر عشرۂ مبشرہ والی حدیث کو بھی قابل قبول نہیں ہونا چاہئے جبکہ جن کتابوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے وہ بہت ضعیف ہیں اور انکی تعداد بھی بہت کم ہے اور اس کے مقابلے میں امام زمانہؑ کے بارے میں وارد شدہ احادیث اتنی کثرت سے نقل کی گئی ہیں کہ تواتر کی حد کو پہونچی ہوئی ہیں۔

تیسرا نقطہ : بخاری و مسلم نے بھی ان احادیث کو نقل کیا ہے جو امام مہدیؑ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں لیکن بغیر تصریح اور وضاحت کے، چنانچہ بخاری صاحب اپنی کتاب میں باب "الحدیث عن آخر الزمان" (حدیث آخری زمانہ کے بارے میں) اور باب نزول جناب عیسیٰؑ میں یہ عبارت نقل کرتے ہیں "وَاِمَامُکُمْ مِنْکُم" (اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا) ایک

حدیث کے ضمن میں جو جناب رسولؐ سے وارد ہوئی ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے تو وہ اس امت کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔تو زمانہ آخر میں وہ کون مسلمانوں کا امام ہوگا جس کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے ؟

دوسری کتابوں میں احادیث وضاحت کرتی ہیں کہ وہ حضرت امام مہدیؑ ہونگے ،اور شاید بخاری کی روایت میں مہدیؑ کا نام حذف ہوگیا ہے، اس لئے کہ دوسری کتابوں میں وہی روایت ملتی ہے اوراس میں اسم مہدیؑ کی تصریح ہے کہ: " وَاِمَامُكُمُ المَهدِیُّ مِنكُمْ " (اورتمہارے امام مہدیؑ تم میں سے ہوں گے)

اور مسلم اس طرح کی عبارت ذکر کرتے ہیں کہ:

وَاَمِیرُكُمْ مِنكُم یُصَلِّی خَلفَهُ المَسِیحُ عِیسیٰ

اور تمہارے امیر تم میں سے ہوں گے جن کے پیچھے عیسیٰ مسیح نماز پڑھیں گے بنابرایں حدیث کی معتبر کتابوں میں کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو احادیث امام مہدیؑ کے ذکر سے خالی ہوحتیٰ کہ صحیح بخاری و مسلم۔

اس طرح یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ امام زمانہؑ کا عقیدہ اسلامی عقائد میں سے ایک ہے اور اسکی احادیث بڑے درجے کی متواتر ہیں ، بلکہ (حموینی شافعی کی کتاب فرائد السمطین) کے مطابق بعض احادیثِ امام

مہدیؑ آیا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

مَنْ اَنْکَرَ خُرُوْجَ الْمَهدِیّ فَقَدْ کَفَرَ ... بِمَا ... اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّد (جس نے امام مہدیؑ کے ظہور کا انکار کیا اس نے محمدؐ پر جو کچھ نازل کیا گیا اسکا انکار کیا) اور اس بات سے مطمئن ہونے کے لئے کہ احادیث امام مہدیؑ متواتر ہیں آپ الحجۃ الکبیر علامہ شیخ نجم الدین جعفر ابن محمد العسکری کی کتاب (المهدی الموعود المنتظر عند علماء اهل السنة والامامية) کا مطالعہ کریں۔

اس مسئلہ پر اتنی احادیث پیش کرنے کے بعد بھی کیا اس میں شک کی گنجائش رہ جاتی ہے؟ یا یہ کہ یہ مسئلہ شیعوں کا خود ساختہ ہے یا یہ کہ یہ عقیدہ موہوم اور افسانوی عقیدہ ہے؟

اگر مسئلۂ امام زمانہؑ جو احادیث وروایات کے عظیم سرمایہ کا حامل ہے افسانوی اور خرافاتی مسئلہ ہے تو پھر اسلام میں ہمیں کوئی مسئلہ وقضیہ ایسا نہیں ملے گا جو خرافی نہ ہو کیونکہ احادیث وروایات کا جتنا بڑا سرمایہ مسئلہ مہدویت سے تعلق رکھتا ہے اسلام کے اکثر مسائل اس سے بے بہرہ ہیں۔

❁ ❁ ❁

امام مہدی منتظر علیہ السلام کے بارے میں بحث وگفتگو کیوں؟

کبھی کبھی اس قسم کے سوالات ابھارے جاتے ہیں کہ امام مہدیؑ کے بارے میں گفتگو کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا گفتگو کا میدان ایسے اہم مسائل سے پُر نہیں ہے جنکے بارے میں بحث و گفتگو کرنا اس مسئلہ سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے ؟ کیا موجودہ حالات کو سخت چیلنجوں کا سامنا نہیں جسکے پیش نظر ہمارا فریضہ بنتا ہے کہ ہم انہیں حالات کے لئے اپنی تمام فکری، تعلیمی، ذہنی، اجتماعی، اور سیاسی توانائیوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں نہ کہ ایسے مسائل میں انہیں صرف کریں جنکی عصر حاضر میں کوئی بڑی اہمیت نہیں ہے۔

برادران ایمانی ہماری یہ کوشش ہوگی کہ آپ حضرات کے سامنے کچھ ایسی جہتیں پیش کریں جنکے تحت دور حاضر میں امام مہدیؑ کے بارے میں بحث وگفتگو کی عظمت واہمیت اجاگر ہو جائے۔

"مذکورہ گفتگو کے اہم جہات"

یوں تو جہتیں اسکی بہت ہیں ایک دن کی بحث میں ہم سب کو بیان نہیں کرسکتے لیکن بعض جہتوں اور پہلوؤں کی طرف اختصار سے اشارہ کررہے ہیں:

پہلا پہلو

امام مہدیؑ امام عصر ہیں یعنی عصر حاضر میں وہی پوری امت اسلامیہ کے امام اور تمام مسلمانوں کے پیشوا ہیں اسی امام کی امامت وقیادت کے زیر سایہ دور حاضر کی پوری امت مسلمہ زندگی گزار رہی ہے۔

اسی بنا پر امام مہدیؑ کے بارے میں گفتگو ایسے مسئلہ کے بارے میں گفتگو ہے جو ہر وقت ہمارے ساتھ ہے اور یہ گفتگو کسی ایسے تاریخی مسئلہ کی گفتگو نہیں ہے جسکا دور حاضر سے کوئی تعلق نہ ہو۔ بلکہ امام مہدیؑ کے بارے میں گفتگو امت مسلمہ کے عصر حاضر کی قیادت کے بارے میں گفتگو ہے اور ایسی زعامت کے بارے میں گفتگو ہے جس سے کسی نہ کسی صورت میں امت کو بہر حال سروکار رہے کیونکہ امام زمانہؑ امت اسلامیہ کی حیات میں، اس کے وجود میں اسکی حقیقت میں، اسکے اغراض ومقاصد میں، اسکی تمناؤں آرزوؤں اور ارمانوں میں حاضر وشامل ہیں، اسی لئے ضروری ہے کہ امام مہدیؑ کے بارے میں ہمیشہ گفتگو جاری وساری رہے، نیز ضروری ہے کہ امام زمانہؑ کا مسئلہ ہر

زبان پر اور ہر عقل میں زندہ رہے اور امت مسلمہ کی ہر فرد کے شعور میں یہ مسئلہ بیدار رہے۔ بالخصوص ان جانبازوں کے شعور میں جو امام مہدیؑ کے ساتھ ہوں گے اور انکی قیادت میں کام کریں گے۔

غرضکہ امام زمانہؑ کا ذکر ہمیشہ ہماری زندگی کے ساتھ زندہ رہے اور آنے والی نسلوں کے فکر و شعور میں اس طرح رچ بس جائے کہ ان کی تحریکوں، میں انکے طریقۂ کار میں، انکے جہاد میں اور انکے ہر محاذ پر یہ ذکر و گفتگو زندہ و پائندہ رہے۔

دوسرا پہلو

ہمارے لئے اشد ضروری ہے کہ ہم امت مسلمہ کو فکری نفسیاتی اور روحی اعتبار سے تیار کریں تا کہ وہ ان سازشوں کا مقابلہ کر سکیں جو مسئلہ مہدویت کو ختم کرنا چاہتی ہیں۔

مسئلہ امام زمانہؑ کو دو طرح کے چیلنجوں کا سامنا ہے

(۱) تاریخی چیلنجوں کا (۲) عصری چیلنجوں کا

پوری تاریخ میں ابتداء سے لیکر اب تک یہ کوششیں جاری تھیں اور ہیں کہ کسی طرح امام زمانہؑ کا قضیہ ختم کر دیا جائے اور ہر دور میں ان کوششوں کی شکل وصورت بھی بدلتی رہی ہے اور مختلف طریقے سے سازشیں کی جاتی رہی ہیں۔ ان

سازشوں میں سب سے زیادہ خطرناک ،تین طرح کی ہیں جنکے بارے میں سابق میں،ہم امام زمانہؑ کے مسئلہ سے متعلق نظریات کے عنوان کے تحت تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں سیاق کلام کا تقاضا ہے کہ یہاں پہ مذکورہ سازش کی تینوں صورتوں کی طرف اشارہ کرتے چلیں، چنانچہ وہ تین طرح کی سازشیں جن کا مقصد مسئلہ مہدویت کو ختم کرنا ہے حسب ذیل ہیں:

پہلی سازش کی صورت : پہلی صورت یہ ہے کہ مطلقاً امام زمانہؑ کے عقیدہ کا انکار کردیا جائے اس میں کوشش یہ رہی ہے کہ اس عقیدہ کو اسلامی فکر کی ڈکشنری سے مٹا دیا جائے اور تاریخ رسالت وامامت سے اسے ختم کردیا جائے۔

مگر یہ صورت اسلامی معاشرہ سے رفتہ رفتہ گرنے لگی اور باوجود اسکے کہ اسلامی معاشرہ کو ابتداء تاریخ سے لیکر اب تک فکری طور پر گمراہ کیا جاتا رہا ہے،اور آج بھی گمراہ کیا جارہا ہے مگر صحیح سمت وفکر کے حامل مسلمانوں نے مسئلہ مہدویت پہ زور دینا شروع کیا جسکے نتیجہ میں کتب خانے دور حاضر کی بے شمار ایسی کتابوں سے معمور ہیں جنکا موضوعِ بحث، امام زمانہؑ کی ذات گرامی ہے چنانچہ آپ ذیل کی کتابوں کا مطالعہ کریں:

(۱) الرد علی من کذب الاحادیث الصحیحه فی

المھدی المنتظر (امام مہدیؑ منتظر کے بارے میں صحیح احادیث کی تردید کرنے والوں کی رد) اس کتاب کے مؤلف مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی کے استاد ہیں۔

(۲) عقیدة اهل السنّة و الأثر فی المهدی المنتظر (مہدی منتظر کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ اور روایات) یہ کتاب بھی مؤلف سابق کی ہے۔

(۳) تقاریر شیخ عبدالعزیز ابن باز، امام مہدیؑ کے بارے میں،

(۴) المھدی المنتظر، جو ابوالفضل عبداللہ محمد ابن الصدیق الحسینی الأدریسی کی کتاب ہے۔

(۵) المھدی المنتظر، جو ابراہیم المشوخی کی کتاب ہے۔

سازش کی دوسری صورت

دوسری صورت میں اس عقیدے کو منحرف کر کے پیش کیا گیا ہے اس کا کام یہ ہے کہ اس عقیدہ کو اسکے اصلی معنی و مفہوم سے جدا کرے اور اس سے متعلق احادیث و روایات میں ہیر پھیر کرے سازش کی یہ صورت اسلامی معاشرہ میں بہت زیادہ عام ہے ہم یہاں پہ ان سازشوں کے بارے میں بحث و گفتگو نہیں کرنا چاہتے اس سے پہلے ہم مفصل بحث کر چکے ہیں، یہاں تو صرف

گفتگو کی مناسبت سے ان سازشوں کو پیش کر رہے ہیں

تیسری صورت

سازش کی اس صورت کا ہدف یہ ہے کہ عقیدۂ مہدویت کو اس کی عظیم دلالتوں سے خالی اور اسکے رواں دواں معانی ومفاہیم کو منجمد کر دیا جائے اس طرح کہ یہ صرف ایک بے معنی عقیدہ رہ جائے

یہ تینوں طرح کی سازشیں عقیدۂ امام مہدیؑ کو مٹانا چاہتی ہیں، گو کہ انسان کی حقیقت، شکل وصورت، غرض وغایت اور ذرائع مختلف ہیں لیکن مقصد سب کا ایک ہے، ان سازشوں کے پیش نظر جنکا مقصد اس عقیدہ کو ٹھیس پہونچانا ہے مسئلہ مہدویت کے بارے میں کثرت سے سخن وگفتگو کرنے کی اہمیت وضرورت واضح ہو جاتی ہے اور نئی نسلوں کو اس مسئلہ کی واقعیت اسکے افکار ومفاہیم اسکے دلائل وبراہین اسکی اصلیت وحقانیت اور دین ورسالت میں اسکی گہرائی وگیرائی سے آگاہ کرنے کا وجوب ولزوم بھی روشن ہو جاتا ہے، مسلمانوں کے ذہن وشعور میں جتنی مقدار میں اس عقیدہ کے بارے میں غور وفکر اور آگاہی عمیق ہوگی اور اسکی جڑیں جتنی مستحکم ہونگی اتنی ہی مقدار میں وہ سازشیں جنکا مقصد اس عقیدہ کو ختم کر [illegible] یا بد نما بنا کے پیش کرنا یا اسکے صحیح معانی ومفاہیم سے منحرف کرنا ہے وہ ناکام ہو کر رہ جائیں گی، اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ

ان سازشوں کے پیچھے نہ محکم دلائل ہیں اور نہ ہی عمیق دستاویزات، بس ہوا یہ کہ اسلامی معاشرہ میں اس عقیدہ کے تئیں چونکہ فکری خلاء پائی جاتی تھی لہذا ان سازشوں کو تھوڑی بہت جگہ مل گئی۔

تیسرا پہلو

برادران ایمانی! ہمیں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر امام زمانہؑ کی قیادت و رہبری سے انتساب و وابستگی کا احساس پیدا کریں، اور جب یہ احساس ہمارے قلب و شعور میں اُتر جائے گا تو ہم اپنی زندگی میں اس کے بہت سے اثرات و برکات پائیں گے۔

یہاں ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں:

پہلا اثر: یہ ہے کہ یہ احساس ہماری معنوی حالت کو بلندی عطا کرتا ہے بالخصوص ایسی مکدّر فضاء اور ایسے گھٹن کے ماحول میں جو ہم زندگی بسر کررہے ہیں وہ ہمارے مستقبل کو چیلنج کررہا ہے اور ہمارے وجود، ہماری شناخت اور ہمارے احساسات کو محدود و مقیّد کررہا ہے ایسے گھٹن کے ماحول میں جس نے ہمارے لئے زندگی کو تنگ کردیا ہے اور ہر طرف سے ہمیں دبا رکھا ہے اور جو کبھی کبھی ہمارے اندر مایوسی اور ناکامی جیسی حالت پیدا کردیتا ہے ایسی صورت میں امام معصومؑ کی قیادت سے وابستگی کا احساس پیدا کرنا اور ضروری

ہوجاتا ہے۔

چنانچہ معصوم قیادت اور پورے عالم کی اصلاح کرنے کی صلاحیت رکھنے والی رہبری سے انتساب ہمارے اندر بلند حوصلے مضبوط عزم وارادے اور پختہ ثبات واستقلال پیدا کرے گا،

اوراس طرح ہمارے اندراس انتسابی احساس کی بدولت معنویات کا ایک عظیم ذخیرہ جمع ہوجائے گا، چاہے گمراہ کُن طاقتیں جس قدر رکاوٹیں کھڑی کریں اورچاہے استکباری قوتیں اس انتسابی وجود کا مقابلہ کرنے کے لئے جتنا ظلم وجور سے کام لیں، لیکن معنویات کا وہ ذخیرہ ہمارے اندر باقی رہے گا اور ثبات واستقلال دائمی عطا کرتا رہے گا، نیز ہمارے کاروان حیات کو مایوسی ناکامی، اورشکست وریخت سے سخت ودشوار گزار حالات اورکم عقل ودیوانہ وار سیاست کے ماحول میں محفوظ رہے گا، تو جتنا زیادہ اس قیادت سے انتساب کا احساس بڑھے گا اتنا ہی معنویات کے ذخیرہ میں اضافہ ہوگا اور جسقدر معنویات میں اضافہ ہوگا اسی قدر ہمیں اپنے وجود کا اپنی صلاحیتوں کا اور اپنی حقانیت کا شعور بڑھے گا اور اسکے نتیجہ میں نہ ہم کبھی نابود ہوں گے نہ کبھی شکست کھائیں گے اور نہ ہی ہماری بساط شناخت سمٹ سکے گی

دوسرا اثر

ہمارا یہ احساس کہ ہم امام زمانہؑ کی قیادت سے انتساب رکھتے ہیں

ہماری زندگی کے ہر میدان میں جوش وولولہ پیدا کرے گا اور ہمیں آگے کی طرف بڑھنے کی دعوت دے گا، ہمارے قافلۂ حیات کوحرارت ونشاطِ عمل بخشے گا جمود، تعطل، گمنامی، پس افتادگی اور اضطراب وبیقراری جیسے حالات وکیفیات کو ہمارے وجود کے اندر سے اکھاڑ پھینکے گا۔

تو جب تک ہم میں حقیقی معنوں میں امامؑ کی قیادت سے وابستہ رہنے کا باشعور احساس ہوگا اس وقت تک ہمارے اندر بے حسی و بے توجہی کے خلاف حوصلہ مند انقلاب برپا رہے گا، شکست وہزیمت اور دور افتادگی کے خلاف ضمیر کی آواز اٹھتی رہے گی اور ہم سخت سے سخت حالات کا مقابلہ کرتے رہیں گے جو ہماری زندگی میں درپیش ہوں گے نیز ہم اپنی ذمہ داریوں کے مطابق جو کہ اس قیادت کی طرف نسبت کی وجہ سے ہم پر عائد ہوتی ہیں عمل انجام دیتے رہیں گے۔

تیسرا اثر:

ہمارا یہ احساس کہ ہم امام زمانہؑ کی قیادت سے منتسب ہیں یعنی یہ کہ ہمارا ارتباط ان اسلامی قیادتوں سے ہے جو میدان عمل میں امامؑ کے مشن کو عملی جامہ پہناتی ہیں، بنابراین یہ کہنا کہ ”دور حاضر میں اسلامی قیادتوں سے ارتباط صالح اور لائق مرجعیت میں پنہاں ہے“ یہی صحیح اور سچی تعبیر ہے امام زمانہؑ کی

قیادت سے منسوب ہونے کی ،اور جس مقدار میں ان اسلامی قیادتوں سے دوری ہوگئی اتنی ہی مقدار میں امامؑ کی قیادت سے بھی فاصلہ ہوگا۔

چوتھا اثر

امام زمانہؑ کی قیادت سے منتسب رہنے کا احساس ہمیں تحفظ کی ضمانت فراہم کرے گا،ہمیں تباہی وبربادی سے محفوظ رکھے گا،غیر شرعی قیادتوں کے زیر سایہ گھل مل جانے سے بچائے گا بلکہ ان تمام قیادتوں سے ہمیں الگ رکھے گا جو امام زمانہؑ کے راستے سے الگ ہیں۔

اہمیت گفتگو

امام مہدیؑ کے بارے میں گفتگو کے جواز کے بعض پہلوؤں کو بیان کرنے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ اس قسم کی گفتگو کی اہمیت کتنی زیادہ ہے اور اس طرز کی بحث کس قدر ضروری ہے نیز اس طرح کے افکار ومفاہیم کو پیش کرنے کی کس حد تک شدید احتیاج ہے۔

بنابرایں امام زمانہؑ کے بارے میں گفتگو امت مسلمہ کی زندگی سے وابستہ ہونا چاہئے اور اسکے حرکات وسکنات ، اسکے فکر وشعور ، اسکے جذبات واحساسات،اسکے اغراض واہداف،اسکے مستقبل اوراسکے ہر موقف میں تسلسل کے ساتھ اسے اسطرح موجود رہنا چاہیئے کہ جس سے ہمیشہ اسکی ہدایت ہوتی

رہے تو ایسے آثار ونتائج کے پرتو میں ہم اپنے آپ کو ایک بہت بڑی ذمہ داری کے زیر اثر پاتے ہیں، اور وہ بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کریں اور اسکے نقطۂ آغاز، اسکے دلائل وبراہین، اسکے صحیح معانی ومفاہیم، اس پہ کئے جانے والے اعتراضات، اسکے لئے خطرہ بنے ہوئے چیلنج اور اسکے نتیجے میں عائد ہونے والی ذمہ داریوں کا کثرت سے تذکرہ کریں اور وضاحت کے ساتھ ان تمام باتوں پہ روشنی ڈالیں، ہاں ایسے حالات وماحولیات میں ہمیں چاہیئے کہ مسئلہ مہدویت سے متعلق فکری اور تعلیمی سطح کو بلند کریں خواہ یہ کام تقریر کے ذریعہ ممکن ہو یا تحریر کے ذریعہ یا پھر کسی اور ذریعہ سے، بہر حال اس کام کو انجام پانا چاہیئے۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے نوجوان اور نئی نسل کے باایمان افراد مسئلہ مھدویت سے متعلق اگاہی ومعرفت کے ساتھ میدان میں قدم رکھیں گے اور کثیر مطالعہ اور زیادہ کتب بینی کی بدولت اس مسئلہ سے کما حقہ واقفیت حاصل کریں گے تا کہ انکے پاس مسئلہ مھدویت سے متعلق، امام مھدیؑ کے عظیم اصلاحی انقلاب سے متعلق، اس مسئلہ پہ کئے جانے والے اعتراضات سے متعلق، اسکے خلاف کی جانے والی متحرک سازشوں سے متعلق نیز راہ امامؑ پہ چلنے والے باوفاؤں کے دوش پہ عائد شدہ ذمہ داریوں سے متعلق وافر مقدار میں پختہ معلومات ودلائل کا بڑا سرمایہ موجود رہے۔

غیبت کبریٰ میں ہماری ذمہ داریاں

اس وقت ہماری زندگی عصر غیبت کبریٰ میں گذر رہی ہے یعنی ہمارے امامؑ (خدا انکے ظہور میں تعجیل فرمائے) ہماری نظروں سے غائب ہیں امام منتظرؑ کی دو غیبت ہیں :

(۱) غیبت صغریٰ: یہ غیبت امام منتظر علیہ السلام کی ولادت سے یعنی ۲۵۵ھ سے شروع ہوئی اور امام کے چوتھے نائب علی بن محمد سمری کی وفات کے ساتھ یعنی ۳۲۸ھ یا ۳۲۹ھ میں ختم ہوگئی تو غیبت صغریٰ کی مدت ۷۴ سال ہوئی۔

(۲) غیبت کبریٰ: یہ غیبت امامؑ کے چوتھے نائب علی بن محمد سمری کی وفات ۳۲۸ھ یا ۳۲۹ھ سے شروع ہوئی اور اب تک یہ غیبت جاری ہے یہاں تک کہ خدا انھیں جب ظہور کی اجازت دیگا تو امامؑ ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

غیبت کبریٰ میں ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں؟

یہ بہت اہم اور قیمتی سوال ہے، اسی سوال کے جواب سے یہ واضح اور متعین ہوگا کہ امام زمانہؑ کے مسئلہ سے ہمارا سلوک و تعلق، شعور وادراک پر مبنی ہے؟ یا بے شعوری یا بے خبری پر؟

ہم یہاں پہ یہ کوشش کریں گے کہ ان ذمہ داریوں کو موضوع گفتگو کے تناسب سے مناسب شکل میں متعین کریں۔

عزیزو! ہم آپ کے سامنے ان ذمہ داریوں کی مختصر جھلکیاں اور ان فرائض وواجبات کی کچھ سرخیاں پیش کریں گے۔

پہلی ذمہ داری: امام منتظرؑ پر عمیق ایمان رکھنا ہمارے اوپر واجب کہ ہم امام زمانہ عجّل اللہ فرجہ الشریف پر قوی ایمان رکھیں، ہمارا ایمان اتنا عمیق اور واضح ہو کہ اضطراب، شک اور ضعف کے حالت میں ثابت قدم اور نابودی کے تمام چیلنجوں کے سامنے چاہے وہ جس شکل ورنگ کے ہوں مضبوط و مستحکم رہے، عصر غیبت میں یہی ہماری ذمہ داریوں کا پہلا مرحلہ ہے۔

اس اعتقاد وایمان سے کیا مراد ہے؟

یہ کہ ہمارا ایمان وعقیدہ یہ ہو کہ امام زمانہ علیہ السلام امام معصوم ہیں،